ماہنامہ

# معارفِ رضا کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، پاکستان

# بین الاقوامی تشہیر کا سستا ذریعہ

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی بین الاقوامی نوعیت کا علمی و ادبی، دینی رسالہ ہے جو کہ بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، رجسٹرڈ، پاکستان کے زیر اہتمام ممتاز ماہر تعلیم، سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سرپرستی میں گذشتہ ۲۴ برس سے برابر شائع ہو رہا ہے، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اس کے ''مدیر اعلیٰ'' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ''مدیر'' اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ''نائب مدیر'' ہیں۔ ''معارف رضا'' پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، تمام قومی و صوبائی محکموں اور تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کے علاوہ سعودی عرب، مصر، لبنان، لیبیا، عراق، دبئی، سری لنکا، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، ماریشش، ہندوستان، افغانستان، نیپال، بنگلہ دیش اور امریکہ وغیرہ بھی جاتا ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں افراد کی نگاہوں سے گزرتا ہے۔

''معارف رضا'' ابلاغ علم اور ترویج واشاعت دین کی جو خدمات سرانجام دے رہا ہے اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہو سکتے ہیں جس کا ایک طریقہ ''معارف رضا'' میں اپنی مصنوعات / ادارہ / کمپنی کا اشتہار دینا بھی ہے۔ اشتہارات کا نرخ نامہ منسلک ہے۔

امید ہے ابلاغ علم اور اشاعت دین کے اس کام میں تعاون کرتے ہوئے اپنے ادارہ کا اشتہار ضرور عنایت فرمائیں گے۔ ''معارف رضا'' آپ کے اشتہار کی اشاعت پاکستان اور دنیا بھر میں آپ کی مصنوعات کی سستی تشہیر کا بہترین ذریعہ بنے گی۔

## نرخنامہ اشتہارات

آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت، چار کلر =/5000 ☆ آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت B/W =/2500 ☆اندرونی صفحہ سرورق، فی اشاعت B/W =/2000 ☆اندرونی صفحات، پورا صفحہ فی اشاعت B/W =/1500 ☆ اندرونی صفحات، آدھا صفحہ، فی اشاعت B/W =/1000 (نوٹ) اشتہار کی رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر / چیک / بینک ڈرافٹ صرف بنام ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی عنایت فرمائیں، اشتہارات کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ رقم اشتہار کے مضمون کے ساتھ ہی ارسال کریں۔

(نوٹ: اشتہار کا میٹر / آرٹ پول دیتے وقت اس بات کا خاص خیال فرمائیں کہ ہم جاندار کی تصاویر شائع نہیں کرتے)

زیرِ سرپرستی
پروفیسر
ڈاکٹر محمّد
مسعود احمد
ایم اے - پی ایچ ڈی

ادارہ

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری
مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

* علامہ تراب الحق قادری
* الحاج شفیع محمّد قادری
* علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
* منظور حسین جیلانی
* حاجی عبداللطیف قادری
* ریاست رسول قادری
* حاجی حنیف رضوی

کمپوزنگ: ذیشان احمد قادری
اشتہارات: سید محمد خالد قادری
سرکولیشن: فرحان الدین قادری

* قیمت فی شمارہ ــــ ۱۰ روپیہ
* سالانہ ــــ ۱۲۰ روپیہ
* بیرون ممالک ــــ ۱۰ ڈالر سالانہ

## مشمولات



رابطہ :- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔74400، پوسٹ بکس نمبر 489
فون :- 021-7725150-7771219، اسلامی جمہوریہ پاکستان(E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی-آئی-چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

## "رمضان المبارک کے فضائل وبرکات"

اسلام ایک فطری مذہب ہے اور اس نے ایسی جامع عبارات پیش کیں کہ انسان ہر جذبہ میں خدا کی پرستش کر سکے، نماز زکوٰۃ، جہاد، حج اور ماہ رمضان کے روزے انہی کیفیات کی مظہر ہیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :

يَا اَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝ (البقرہ)

ترجمہ : اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔(کنزالایمان)

صیام جمع ہے، مفرد صوم کا۔ لغت میں صوم کے معنی ہیں اس چیز سے باز رہنا جس کی طرف نفس کشش محسوس کرتا ہو اور شریعت میں صوم کہتے ہیں کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض ونفاس سے پاک عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت خورد نوش ومجامعت ترک کرے۔ یہ حکم یعنی رمضان کے روزوں کی فرضیت کا ۱۰؍ شوال ۲ھ کو نازل ہوا۔ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ گو ان کی تعداد اور کیفیت الگ الگ تھی۔ لفظ رمضان کی تحقیق وتشریح میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان اللہ کا مہینہ ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ لفظ "رمضان" نہ کہو بلکہ اس کو اس نسبت کے ساتھ کہو جس طرح قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے اس کی نسبت فرمائی ہے یعنی شہر رمضان (ماہ رمضان)۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ رمضا گرم پتھر کو کہتے ہیں چونکہ ماہ رمضان میں گناہ جلا دئے جاتے ہیں یا رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے اس لئے اس ماہ کو رمضان کہا گیا، رمضان کے معنی ہیں جلانا۔ اس کے علاوہ بھی لفظ رمضان کے اور معنی علماء نے بتائے ہیں۔

ماہ رمضان کے روزوں کا مقصد جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے پرہیزگاری کا حصول ہے۔ ماہ رمضان کے ایام ایک مومن کی تربیت وریاضت کے ایام ہیں۔ وہ رمضان کے روزوں اور عبادات سے اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار انکی پیروی اور اتباع سے کرتا ہے اور اپنی روح ونفس کا تزکیہ کرتا ہے تاکہ زندگی کے باقی ایام میں وہ تقوی اختیار کر سکے اور

اپنے مقصد حیات یعنی اللہ کی بندگی اور اس کی رضا جوئی میں اپنی بقیہ زندگی کے دن بسر کر سکے۔ علماء نے روزے کے تین درجے بتائے ہیں :

۱---- عوام کا روزہ : یعنی پیٹ اور جسمانی اور شہوانی خواہشات کو کھانے پینے اور جماع سے روکنا۔

۲---- خواص کا روزہ : کہ پیٹ اور شرم گاہ کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام جوارح کو گناہ سے باز رکھنا۔

۳---- خواص الخصوص کا روزہ : کہ جمیع ماسوا اللہ سے اپنے کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ ہونا۔

دیکھا جائے تو تمام عبادات انسان کے کسی نہ کسی جذبے کو ظاہر کرتی ہیں نماز خوف کو، زکوٰۃ رحم کو، جہاد غصہ، برہمی اور غضب کو، حج تسلیم و رضا کو اور روزہ بندے کی اللہ سے محبت کو۔

باقی عبادات کچھ اعمال کو بجالانے کا نام ہے جنہیں دوسرے بھی دیکھ لیتے ہیں اور جان لیتے ہیں۔ مثلاً نماز رکوع و سجود کا نام ہے، جہاد کفار سے جنگ کا نام ہے، زکوٰۃ کسی کو کچھ رقم دینے سے یا مال دینے سے ادا ہوتی ہے۔ لیکن روزہ کچھ نہ کھا کر کام کرنے کا نام نہیں بلکہ روزہ تو کچھ نہ کرنے کا نام ہے۔ جو کسی کے بتلانے سے بھی معلوم نہیں ہو تا بلکہ اس کو تو وہی جانتا ہے جو رکھتا ہے اور جس کیلئے رکھا گیا ہے لہذا روزہ بندے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے، محبّ صادق کا اپنے محبوب کے حضور ایک خاموش نذرانہ ہے جو بلکل خاموش، اور پوشیدہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسی لئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کریم نے اپنے روزہ دار بندوں کیلئے ایک بے بہا انعام کا اعلان فرمایا وہ یہ کہ :

"الصوم لی وانا اجزی به"

(یعنی روزہ دار) روزہ میرے لئے (رکھتا) ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں اللہ اکبر! اللہ رب العزت خود کو جس عمل کی جزا فرما رہا ہو تو اس کی عطا اور انعام و کرام کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ روزہ در اصل بندے کی طرف سے اپنے کریم مولیٰ کے حضور ایک بے ریا ھدیہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے عظیم انعام و کرام کا اعلان فرمایا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی پیران پیر رضی اللہ عنہ رمضان کے پانچ حروف کی بڑی خوبصورت توجیہہ فرماتے ہیں، آپ کہتے ہیں کہ رمضان میں پانچ حروف ہیں : ر-م-ض-ا-ن اس کی "ر" رضائے خدا سے ہے، اس کی "م" محاماۃ (محبت) خدا سے عبارت ہے، اس کی "ض" ضمان اللہ یعنی خدا کی ذمہ داری ہے، اس کا "الف" الفت الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور "ن" سے نور اور نوال (بخشش) خدا مراد ہے۔

رمضان المبارک اسلامی مہینوں کا نواں مہینہ ہے لیکن تمام مہینوں میں اس کو افضل فرمایا گیا ہے علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں :

"جس طرح یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کو زیادہ محبوب تھے اسی طرح ہر سال کے بارہ مہینوں پر سے رمضان شریف خدائے بزرگ و برتر کو زیادہ محبوب ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے سے باقی گیارہ بھائیوں کی مغفرت فرمائی اسی طرح ماہ رمضان المبارک کی برکتوں سے گیارہ مہینوں کی خطائیں معاف فرمائے گا"

رمضان المبارک کے بہت سے فضائل و خصائص ہیں ان میں سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان ماہ رمضان کا نام ہے قرآن مجید صراحتاً آیا ہے، اس وجہ سے رمضان اور قرآن پاک میں گہری مناسبت اور تعلق خاص ہے، قرآن و رمضان میں گہری نسبت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس ماہ مبارک میں بالخصوص شب و روز قرآن پاک کی زیادہ تلاوت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن بھی دونوں مل کر

شفاعت کریں گے۔

حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادری جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام مہینوں میں رمضان کے مہینے کی مثال ایسی ہے جیسے سینہ میں دل، یا انسانوں میں انبیائے کرام، یا شہروں میں حرم، حرم ایسی بزرگ جگہ ہے کہ اس کے اندر دجال لعین کو داخلہ نہیں ملے گا اور ماہ رمضان میں شیطان لعین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ انبیاء گنہگاروں کی سفارش کرتے ہیں ماہ رمضان بھی گنہگاروں کی سفارش (شفاعت) کرے گا۔ دل کی جلا "معرفت" اور ایمان کے نور سے ہوتی ہے اسی طرح ماہ رمضان کی زینت تلاوت قرآن پاک سے ہوتی ہے۔ جو شخص ماہ رمضان میں نہیں بخشا گیا پھر اس کے لئے کون سا مہینہ ہوگا جس میں وہ بخشا جائیگا۔ بندے پر لازم ہے کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے سے قبل اللہ کی طرف سچے دل سے رجوع کرے اور گریہ وزاری کا وقت گزرنے سے پہلے ہی (بداعمالیوں پر) گریہ وزاری کرے۔

احمد نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رمضان آیا یہ برکت کا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے طوق ڈالدئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بیشک محروم رہا۔

بیہقی شب الایمان میں ہے یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اول رحمت ہے، اس کا اوسط مغفرت ہے اور آخر جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے اللہ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزادی دے گا۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں دونگا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزے دار کیلئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت، اور روزے دار کی منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ اور روزے سپر ہے اور جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بیہودہ بکے اور نہ چیخے پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہدے میں روزہ ہوں۔

اس ماہ مبارک کی خصوصی عبادت روزہ ہے جس کا مقصد تزکیہ نفس یعنی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا ہے اور تقویٰ حاصل کرنا ہے دوسرے الفاظ میں گناہوں سے بچنا اور نیکیوں کی طرف رغبت کرنا ہے رسول اللہ ﷺ کے قول کا کہ روزہ ڈھال ہے، یہ مقصد ہے کہ روزہ گناہوں سے روکتا ہے۔ انسان کو صبر، نظم وضبط، ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی دعوت دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان، اور احتساب کیساتھ رکھے اور جس نے رمضان میں نماز تراویح ایمان اور احتساب کے ساتھ پڑھی اور شب بیداری کی اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

اس ماہ کا تقدس اور احترام کرنا تمام مسلمانوں کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی برکتوں اور رحمتوں سے مستفیض ہونے کا سلیقہ اور توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ مقدس کے طفیل ہمارے پیارے ملک پاکستان، تمام عالم اسلام اور ان تمام خطوں میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں، اپنی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرمائے اور مجاہدین اسلام خصوصاً چیچینا، بوسینا، کوسوو، فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کو فتح وکامرانی اور حریت وآزادی کی نعمت سے بہرہ ور فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین

روئداد

# امام احمد رضا کانفرنس

## اسلام آباد 2000ء

رپورٹ: اقبال احمد اختر القادری

برصغیر کی تاریخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں سے بھری پڑی ہے وہ عالم اسلام کے نابغہ روزگار عالم، برصغیر کی علمی میراث کے امین، اسلامی فکر کے داعی، مبلغ اسلام اور ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کا تحریری کام پوری امت مسلمہ کیلئے رہنمائی کا بہترین سامان ہے آپ نے دینی وعلمی کارناموں کے ساتھ ساتھ میدان سیاست میں بھی فکری رہنمائی کا کارنامہ سرانجام دیا آج میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ ملک پاکستان

**ملک پاکستان امام احمد رضا جیسی ہستیوں ہی کا فیضان ہے۔** (صدر آزاد کشمیر، سردار ابراہیم)

بھی امام احمد رضا ہی کا فیضان ہے، ان خیالات کا اظہار صدر آزاد حکومت جموں وکشمیر سردار ابراہیم خان نے اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۰ء'' سے خطاب کرتے ہوئے کیا وہ کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی خطاب فرما رہے تھے۔ جبکہ ممتاز مذہبی اسکالر، آستانہ عالیہ نقشبندیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر کے سجادہ نشین اور محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد کشمیر کے چانسلر علامہ پیر علاؤ الدین صدیقی صدر محفل تھے، تلاوت قرآن کریم اور فاضل بریلوی کی نعت شریف سے کانفرنس کا آغاز ہوا، ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اسلام آباد'' کے چیئرمین کے.ایم.زاہد نے شرکاء کانفرنس کو خوش آمدید کہا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے ادارہ کی کارکردگی پیش کی انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ عنقریب کراچی، لاہور اور اسلام آباد کے بعد آزاد کشمیر میں بھی ''امام احمد رضا کانفرنس'' منعقد کی جائے گی۔ نیشنل

**محی الدین یونیورسٹی کشمیر میں ''امام احمد رضا چیئر'' قائم کی جارہی ہے۔** (ڈاکٹر اسحاق قریشی)

یونیورسٹی آف لینگویجز اسلام آباد کے ڈاکٹر جمیل قلندر نے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اردو کی طرح عربی زبان وادب میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے جس پر ان کا عربی کلام اور تصانیف شاہد وعادل ہیں وہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور حکومت پنجاب ڈاکٹر سید

**PTV کی صبح کی نشریات میں امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن پیش کیا جائے۔** (سید وجاہت رسول قادری)

## امام احمد رضا کی تعلیمات میں موجودہ زمانے کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ (ڈائریکٹر وزارت مذہبی امور، پنجاب)

طاہر رضا بخاری نے کہا کہ امام احمد رضا کی تعلیمات میں موجودزمانے کے تمام مسائل کا حل موجود ہے ہمیں ان سے

اگیزیکٹیو جنرل پرویز مشرف سے ایک قرارداد کے ذریعہ مطالبہ کیا کہ پی. ٹی. وی کی صبح کی نشریات میں فاضل بریلوی

## فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن نہایت فصیح وبلیغ ہے۔ (چانسلر محی الدین یونیورسٹی، کشمیر)

بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد کشمیر کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسحاق

کا ترجمہ قرآن پیش کیا جائے۔ صدر محفل پیر علاؤ الدین صدیقی نے خطبہ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ امام احمد

## اعلیٰ حضرت اردو کی طرح عربی زبان وادب کے بھی ماہر تھے۔ (ڈاکٹر جمیل قلندر)

قریشی نے امام احمد رضا کے علمی وفکری کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں ہر سطح کے نصاب میں فاضل بریلوی کی خدمات کا ذکر شامل کیا جائے انہوں نے بحیثیت وائس چانسلر محی الدین یونیورسٹی اعلان کیا

رضا کو ہر علم وفن میں مہارت حاصل تھی وہ نظم و نثر ہر دو میدانوں کے شہ سوار تھے ان کی ذات عشق رسول کا سرچشمہ اور ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' نہایت فصیح وبلیغ ہے، ان کی ذات ہی برصغیر میں عشق رسول کو پروان چڑھانے کا ذریعہ بنی

## عنقریب آزاد کشمیر میں بھی ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد ہوگا۔ (کے. ایم زاہد)

کہ یونیورسٹی میں ''امام احمد رضا چیئر'' کے قیام کی تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں عنقریب ''امام احمد رضا چیئر'' قائم کی جارہی ہے۔ ادارہ کے مرکزی صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر امام احمد رضا کے حوالے سے ہونے والے ریسرچ ورک کا تفصیلی جائزہ پیش کیا اور آئندہ کے منصوبہ جات سے شرکاء کو آگاہ کیا انہوں نے وزارت اطلاعات ونشریات اور چیف

ایسی عظیم ہستی کی یاد میں کانفرنس کے انعقاد پر میں ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کانفرنس کے شرکاء میں ''مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء'' تقسیم کیا گیا جبکہ کے-ایم-زاھد صاحب کی طرف سے مہمانوں کو ''مہر نبوت'' کی خوبصورت شیلڈ پیش کی گئی اور پھر امام احمد رضا کے مشہور زمانہ صلوٰۃ والسلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور دعائے خیر پر اس علمی و روحانی اور فکری محفل کا اختتام ہوا۔

## امام احمد رضا کی تعلیم ہر مذہب کیلئے رہنما ھے (بھارتی وزیر اعظم)

بھارتی وزیر اعظم مسٹر اٹل بہاری واجپائی نے اپنے ایک بیان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی تعلیم ہر مذہب کیلئے رہنمائی کرتی ہے۔ (بھارتی ٹیلی ویژن نیوز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**ایوانِ صدر**

**مظفرآباد**

**حکومت آزاد جموں و کشمیر**

## امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ قومی کانفرنس کے پرسعادت موقعہ پر

## پیغام

عالم اسلام کے نابغہ روزگار عالم، برصغیر کی علمی میراث کے امین، اسلامی فکر کے داعی، مبلغ اسلام اور سچے عاشق رسول حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ دینی اور عصری علوم کے جید عالم تھے۔ انھوں نے قریباً تمام دینی علوم اور مروجہ علوم و فنون میں انتہائی بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ وہ عربی فارسی، اردو اور ھندی زبانوں میں لکھتے تھے۔ اس لیے ان کی تحریریں پوری مسلم امت کا بلند پایہ علمی ورثہ اور سب انسانوں کے لیے رہنمائی کا بہترین سامان ہے۔

میری ناقص معلومات کے مطابق ان کی نثری کتب اور مجموعہ نعت میں سے بہت کم سرمایہ ابھی تک چھپا ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ان کی جملہ تصانیف یکجا جمع ہوں۔ تحقیق و تدقیق سے علمی مراحل سے گذریں اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر عام ہوں۔ تاکہ اہل علم و دانش اور ملت اسلامیہ اس علمی اور فکری ورثہ سے فیض یاب ہو۔

یہ امر انتہائی مسرت کا باعث ہے کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری میراث اور تعلیمات کو عام کرنے کے لیے پاکستان کے مختلف شہروں میں امام احمد رضا قومی کانفرنسیں منعقد کرتا رہتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نیک کام نہ صرف جاری رہے گا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہوگا اور ایسی علمی مجالس کا انعقاد آزاد جموں و کشمیر میں بھی ہوگا۔ جس کے لیے میں ہر قسم کے پرخلوص تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔

آزاد جموں و کشمیر زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد

**سردار محمد ابراہیم خان**

**صدر آزاد حکومت جموں و کشمیر**

GOVERNOR'S SECRETARIAT
PUNJAB

No.GS/DS(S)2000-422 Dated: 14.11.2000

# گورنر پنجاب کا پیغام

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان'' کے زیر اہتمام برصغیر پاک و ہند کے ممتاز عالم دین امام احمد رضا خاں بریلوی کی یاد میں 'امام احمد رضا کانفرنس' منعقد کی جارہی ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی بلاشبہ چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہہ، عالم دین، نعت گو، صاحب شریعت و صاحب طریقت بزرگ تھے۔ فاضل بریلوی ملت اسلامیہ کے اس قافلے اور قبیلے میں شامل تھے جن کا اوڑھنا بچھونا درس و تدریس، مقصد حیات طریقت و شریعت کی پاسداری اور مطمع نظر ملک و ملت اور دین کی خدمت تھا۔ یقیناً ایسی ہی ہستیاں سفینہ رشد و ہدایت کی نگہبان ہوتی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ دین اسلام کی حقانیت اور صداقت کا پرچار کیا اور آپ کے سینے میں علوم و معارف کا جو سمندر موجزن تھا اس سے تشنگان علم و ادب نے پیاس بجھائی۔ آپ کے کلام کی شرینی، فکر کی پختگی، بیان حق میں دلائل کی ندرت، شائستگی اور حسن سلوک کا آج بھی زمانہ معترف ہے۔ امام احمد رضا خاں نے تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی، عقیدہ اور ایسے بے شمار علوم سمیت اپنی متعدد علمی، ادبی اور دینی تصانیف کے ذریعے ملت اسلامیہ کی جو خدمت کی ہے ان سے آج بھی پوری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔

ہمارے اسلاف اور بزرگان دین نے اپنے کردار و عمل کے ذریعے دین کی تعلیمات کی تبلیغ کی اور لوگوں کو محبت، بھائی چارے، یکجہتی اور باہمی اخوت کا درس دیا اور انہی بزرگوں کی سچی تعلیمات کے نتیجہ میں لوگ جوق در جوق راہ حق کی طرف راغب ہوئے۔ آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علمائے کرام و مشائخ عظام عقیدے اور فرقے کے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے مثبت کردار و عمل سے محبتوں کے چراغ جلائیں تاکہ لوگوں کے اندر شعور و آگہی اور یکجہتی کو پروان چڑھایا جا سکے۔

''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستا'' فاضل بریلوی کے علمی فیضان کو عام کرنے، ان کی دینی فکر کو فروغ دینے اور ان کی اسلامی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے مصروف عمل ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک اس ادارے سے منسلک تمام افراد کو خدمت دین اور خدمت خلق کی مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صفدر

(گورنر پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

From: Vice Admiral Masood M Biabani HI (M), S.Bt.

**Rector**

محترم کے۔ ایم زاھد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر از حد خوشی ہوئی کہ ممتاز عالمِ دین حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیضان کو عام کرنے اور اُن کی دینی فکر کو فروغ دینے کے لیے پاکستان میں ہر سال نومبر میں بین الاقوامی تحقیقاتی ادارہ ایک علمی کانفرنس کا اہتمام کرتا ہے۔ میں آپ کو اس کارِ خیر کے لیے خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ خداوندِ کریم آپ کو اور دیگر منتظمین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

خیر اندیش

بیابانی

وائس ایڈمرل

مسعود مظہر بیابانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حکومت پاکستان

# اسلامی نظریاتی کونسل

فون 9201134

اسلام آباد 8 نومبر [illegible]


احمد رضا خان بریلوی کی مسلمانان برصغیر کے لئے خدمات کا احاطہ تو اس مختصر پیغام میں ممکن نہیں۔ البتہ آپ کی تین نہایت نمایاں علمی خدمات کا بطور خاص ذکر کیا جانا بے حد ضروری ہے۔

اول۔ آپ کا اردو ترجمہ قرآن کریم مسمی کنزالایمان جس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ الفاظ قرآن کریم کے مفہوم سے قریب تر بھی ہے اور نہایت سلیس بھی۔ قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت معجز ہے۔ کوشش کی جانی چاہیے کہ قرآن کریم کا ترجمہ بھی نہایت فصیح و بلیغ زبان میں ہو۔ سید احمد رضا خاں کا اردو ترجمہ قرآن اس لحاظ سے بے حد قابل ستائش ہے۔

دوم۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ، 'فتاویٰ رضویہ' جو فتاویٰ عالمگیری کے بعد سب سے بڑا مجموعہ فتاویٰ ہے اور اس میں بعض نہایت مشکل فقہی مسائل پر فاضلانہ رائے پیش کی گئی ہے۔

سوم۔ آپ کا نعتیہ کلام جو حدائق بخشش کے نام سے مطبوع شکل میں دستیاب ہے۔ یہ نعتیہ کلام محض رسمی نعت نہیں، حب رسول سے مملوء دل سے نکلے ہوئے اشعار ہیں جو دلوں میں حب رسول کا ولولہ بیدار کرتے ہیں۔ ان کے اشعار کو من جانب اللہ اس قدر تلقی بالقبول حاصل ہوئی ہے کہ وہ ہر محفل میلاد کا جزو اور سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہر جلسہ کا لازمی حصہ ہیں۔ مشیت ایزدی کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ برصغیر میں ذکر محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ذکر احمد رضا بھی زندہ رہے۔ ان کے مشہور اور ہر دلعزیز سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام<br>
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی صدائے بازگشت برصغیر کی فضاؤں میں ہمیشہ کے لئے سنائی دیتی رہے گی۔

(ڈاکٹر غلام مرتضیٰ آزاد)<br>
ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ)

# امام احمد رضا کی سائنس سے شناسائی

: ڈاکٹر عبدالقدیر خان

(پراجیکٹ ڈائریکٹر، پاکستان اکیڈمی آف سائنسز، کہوٹہ)

یہ امر باعث مسرت ہے کہ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" حسب سابق امسال بھی برصغیر پاک و ہند کے بلند پایہ دینی رہنما اور مفکر اسلام جناب امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے یوم وصال پر کانفرنس کا اہتمام کر رہا ہے جس میں عالم اسلام کے اسکالرز، علماء اور مفکرین ان کی زندگی اور تعلیمات پر روشنی ڈالیں گے۔

آج سے سو سال قبل جب انگریز، ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔ اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا کہ جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔ امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول ﷺ سے لبریز تھی آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم سے وفاشعاری کا نشان مجسم تھی۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی بھی ہے، سورج کو حرکت پذیر اور محو گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں۔ آج جبکہ ہمارا معاشرہ فروعی، لسانی اور نام نہاد جدید فرقوں کے گروہوں میں منقسم نظر آتا ہے جبکہ دوسری طرف ہمارا دشمن ہمیں تباہ و برباد کرنے کی گھات میں بیٹھا ہے تو میں سمجھتا ہوں امام صاحب کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر ہم آج بھی اک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ کا ادارہ، امام احمد رضا بریلوی کی تعلیمات کو عام کرتے وقت ملی یکجہتی اور مذہبی رواداری کے جذبے کو بھی فروغ دے گا تا کہ ملک عزیز میں قومی اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہو۔

میں امام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد پر ادارہ کے اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

دوسری قسط

# تصورِ پاکستان
## ایک تحقیقی جائزہ

مصنف : ڈاکٹر محمد مسعود احمد

جس اڈیشن میں مندرجہ بالا تجویز شائع ہوئی وہ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سا شائع ہوا۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال نے اسکا ضرور مطالعہ فرمایا ہوگا۔ اور اگر اس رسالے کو مولان محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف تصور کیا جائے تو یہ قیاس اور یقینی ہو جاتا ہے کیوں کہ مولانائے موصوف سے ڈاکٹر اقبال کے گہرے مراسم تھے---- بہر کیف زیر بحث تجویز کے مطالعہ سے یہ بات واضح جو جاتی ہے کہ ۱۹۳۰ء سے پانچ سال قبل ۱۹۲۵ء میں تقسیم ہند کی مفصل تجویز پیش کی جاچکی تھی جو حیرت انگیز طریقے پر تقریباً انہیں علاقوں پر مشتمل ہے جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان میں شامل ہوئے۔ پھر ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلم لیگ کے سیاسی پلیٹ فارم سے الہٰ آباد میں تقسیم ہند کا تصور پیش کیا۔(۱۱) طبقہ علماء میں جس کی پر زور تائید اہل سنت وجماعت کے جلیل القدر عالم اور سیاست داں مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے کی اور اپنے رسالے "السواد اعظم" (مراد آباد) میں کھل کر اظہار خیال فرمایا۔ ڈاکٹر اقبال کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے عوامی سطح پر اس تجویز کو رکھ کر پورے ہندوستان کو اس طرف متوجہ کیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Sir Muhammad Iqbal is generelly credited with initiating the idea of seperation As has been mentioned, there were people before him who advocated partion but Iqbal was the first important public figure to propound the idea from the platform of the Muslim League. In his presidential address to League's Annual Session at allahbad in 1930, he discussed the problem of India at length-(۱۲)

### تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز کا مصنف ؟

تقسیم ہند کی جس تجویز کا اوپر ذکر کیا گیا اس کے مصنف کے بارے میں محققین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے---- حکیم محمد موسیٰ امر تسری (۱۳) کی عنایت سے رسالے کا علی گڑھ اڈیشن (۱۹۲۵ء) نظر سے گزرا جس سے پچھلے صفحات میں استفادہ کیا گیا۔ اس اڈیشن کے سرورق پر مصنف کا نہیں، البتہ آخر میں صرف "محمد عبدالقدیر" لکھا ہوا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہی مصنف کا نام ہے۔ کیوں کہ

یہ رسالہ پہلے اخبار "ذوالقرنین" میں بدایوں سے شائع (۱۴) ہوا اس لئے بعض محققین اس کو اس وقت کے ممتاز عالم اور سیاست دان مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی سے منسوب کرتے ہیں۔ (۱۵) لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ رسالہ دراصل ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر قاضی عزیزالدین بلگرامی کی تصنیف ہے (۱۶)۔ چوں کہ وہ سرکاری ملازم تھے اور اپنا نام ظاہر نہ کر سکتے تھے اس لئے اپنے بھائی محمد عبدالقدیر (۱۷) کا نام ڈال دیا۔

ہم پہلے اس موقف کا جائزہ لیں گے اس کے بعد اول الذکر موقف کی طرف متوجہ ہوں گے۔

غالباً سب سے پہلے پروفیسر محمد ایوب قادری نے اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے مضامین میں اس موقف کا ذکر کیا (۱۸)۔ ان مضامین کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسالے کے علی گڑھ اڈیشن (۱۹۲۵ء) کے ناشر حاجی محمد مقتدی خاں شیروانی مرحوم کا یہ کہنا تھا کہ رسالہ دراصل قاضی عزیزالدین بلگرامی کی تصنیف ہے چوں کہ وہ سرکاری ملازم تھے اور اپنا نام ظاہر نہ کر سکتے تھے اس لئے بڑے بھائی محمد عبدالقدیر بلگرام کا نام ڈال دیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم ہند کی مفصل تجویز بدایوں اڈیشن (۱۹۲۰ء) میں شامل نہ تھی۔ یہ بعد میں قاضی عزیز الدین بلگرامی نے اضافہ کی، حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی نے اس پر نظر ثانی کی اور تصدق احمد خان مرحوم (۱۹) نے اس کی تائید کی۔

حاجی مقتدیٰ خاں شیروانی نے مختلف حضرات کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں بار بار اسی موقف کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یہاں شیروانی صاحب کے بعض خطوط سے اقتباس پیش کئے جاتے ہیں :-

۱- رسالہ عبدالقدیر کے نام سے ہے۔ یہ قاضی صاحب کے حقیقی بھائی ہیں، چوں کہ قاضی (عزیز الدین بلگرامی) سرکاری تعلق کی وجہ سے خود اپنے نام سے نہیں لکھ سکتے تھے۔ اس لیے اپنے بھائی کے نام سے لکھ دیا گویا اس کا پردہ لیا۔ (۲۰)

۲- میں براہ راست، بلاواسطہ واقف ہوں کہ رسالہ "ابلیس کا خطبہ صدارت" اور "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام" قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی مرحوم کی تصنیف ہیں---- ۱۹۲۵ء میں ایم-او- کالج کی پنجاہ سالہ سنہری جوبلی کے موقع پر یہ چھپ کر شائع ہوئے تھے۔ (۲۱)

۳- "خطبہ ابلیس" پر مصنف کا نام نہیں۔ "مہاتما گاندھی کے نام کھلا خط" پر عبدالقدیر ہے، یہ محض فرضی ہے، عبدالقدیر مصنف کتاب قاضی عزیزالدین احمد بلگرامی ایم-اے، ایل-ایل-بی کے بھائی تھے، چوں کے مصنف بوجہ اعلیٰ سرکاری عہدیدار ہونے کے اپنے نام سے یہ کتاب یا ایسی کوئی اور لکھ سکتے تھے اس لئے دوسرے کا نام ڈالدیا۔ (۲۲)

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحب زادے جناب عبدالمجید محمد اقبال نے ایک ملاقات (جون ۱۹۷۷ء) میں فرمایا کہ اخبار "ذوالقرنین" بدایوں، کے موجودہ چیف اڈیٹر جناب احیدالدین نظامی (جو مدیر اول جناب نظام الدین حسین نظامی کے صاحب زادے ہیں جنہوں نے پہلا اور دوسرا اڈیشن شائع کیا تھا) فرماتے تھے کہ رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالقدیر بدایوانی ہی ہیں۔ جب راقم نے نظامی صاحب سے رجوع کیا تو ان کے صاحب زادے اور اڈیٹر اخبار "ذوالقرنین" جناب جمال الدین مونس نظامی نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ والد صاحب ضعیف ہو گئے ہیں اور انکے یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس کے بعد موصوف نے اپنی یادداشت کی بناء پر وہی بات کہی جو اوپر کہی گئی ہے اس کے علاوہ چند نئے انکشافات کئے۔ ہم ان کے مکتوب سے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں :-

۱- "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام"

اخبار "ذوالقرنین" میں یہ مضمون قسط وار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔ پھر یہ مضمون کتابی شکل میں دسمبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کی نقل علی گڑھ میں ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی (۲۳) اس پر مصنف کا نام "محمد عبدالقدیر" لکھا ہوا ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ یہ "حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی" ہیں۔(۲۴)

۲- یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ یہ نام فرضی ہے، اصل مصنف اس وقت سرکاری ملازمت میں تھے تو انہوں نے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس سلسلے میں ایک مضمون سہ ماہی "العلم" کراچی (۲۵) ---- میں چھپا تھا۔(۲۶)

۳- مولانا طفیل احمد منگلوری مصنف "مسلمانوں کا روشن مستقبل" (متوفی مارچ ۱۹۴۶ء) اور مولانا نظام الدین حسین نظامی بدایونی (متوفی۔ جون ۱۹۴۷ء) اور مولوی بشیر الدین ایڈیٹر "البشیر" اٹاوہ، ان تینوں کے ایماء سے یہ کتاب لکھی گئی تھی ان تینوں کے مشترکہ دوست قاضی عزیز الدین بلگرامی ڈپٹی کلکٹر مرحوم اس کے اصل مصنف ہیں(۲۷)

۴- بلگرامی صاحب کٹر مسلم لیگی تھے(۲۸) مولانا طفیل احمد، نظامی بدایونی، مولوی بشیر الدین یہ سب پکے کٹر نیشنلسٹ اور کانگریسی خیال کے تھے۔(۲۹)

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمال الدین مونس نظامی (موجودہ اڈیٹر اخبار "ذوالقرنین" بدایوں) زیر بحث رسالے کو قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف سمجھتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے انہوں نے پروفیسر محمد ایوب قادری کے مضمون سے استفادہ کیا ہے جس کا حوالہ بھی انہوں نے دیا ہے۔ اپنے والد جناب احید الدین نظامی سے کوئی بات نقل نہیں کی، تحقیقی نقطہ نظر سے یہ ایک ثقہ راوی سمجھے جاسکتے ہیں مگر ان کے متعلق یہ تحریر کر کے روایت کرنے سے اعراض کیا ہے۔

"والد صاحب اب زیادہ ضعیف ہیں اس لئے اب ان کی یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا"۔

وہ کہتے ہیں کہ محمد ایوب قادری نے مجھ سے ایک زمانہ میں سب معلومات کیں تھیں اور انہوں نے ایک مفصل مضمون لکھا۔(۳۰)

بہر کیف علی گڑھ اڈیشن (۱۹۲۵ء) کے ناشر حاجی مقتدیٰ خاں شروانی کے بیان پر بھروسہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل حضرات نے رسالہ کو قاضی عزیز الدین بلگرامی کی تصنیف قرار دیا ہے۔

۱- پروفیسر محمد ایوم قادری
۲- ڈاکٹر معین الحق (۳۱)
۳- محمد ضیاء الاسلام (۳۲)
۴- جمال الدین مونس نظامی

تحقیق کے دوران ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی (۳۳) کی توجہ اور جناب احمد خاں صاحب (۳۴) کی عنایت سے بدایون اڈیشن (۱۹۲۰ء) کے متعلقہ صفحات کے عکس مل گئے۔ ان کے مطالعے سے مندرجہ ذیل مزید حقائق سامنے آئے۔

۱- کتابی شکل میں رسالہ کا پہلا اڈیشن نظام الدین حسین پرنٹر پبلشر نے نظامی پریس، بدایوں میں ۱۹۲۰ء میں چھپوا کر شائع کیا۔

۲- سرورق پر مصنف کا نام نہیں البتہ آخر میں "محمد عبد قدیر بلگرامی" لکھا ہوا ہے جب کہ علی گڑھ اڈیشن میں صرف "محمد عبدالقدیر" لکھا ہوا ہے۔

۳- تقسیم ہند کی مفصل تجویز اس اڈیشن میں نہیں۔ یہ بعد میں ۱۹۲۵ء میں شامل کی گئی ہے۔

ان حقائق سے رسالہ کے مصنف کے نام کے بارے

میں التباس کی کچھ وضاحت ہو جاتی ہے۔ لیکن رسالہ کے اصل موضوع نے جو گائے کی قربانی سے متعلق فقہیانہ اور فاضلانہ بحث پر مشتمل ہے، حتمی فیصلے میں رکاوٹ پیدا کر دی۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی دو کتابوں میں (۳۵)اس رسالے کا حوالہ دیا ہے مگر انہوں نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے اصل مصنف اسی کو قرار دیا ہے جس کا رسالہ کے آخر میں نام ہے یعنی "محمد عبدالقدیر بلگرامی"۔۔۔۔ مولوی امین الدین زبیری نے اس رسالے کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے مزید احتیاط کے پیش نظر مصنف کا نام ہی نہیں دیا صرف تقسیم ہند کی تجویز کا ذکر کیا ہے۔(۳۶)

اب ہم دوسرے موقف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی یہ کہ رسالہ زیر بحث ممتاز عالم دین اور سیاست دان مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا پاکستان کے مشہور قلم کار رئیس احمد جعفری مرحوم اور اقبال اکیڈمی، پاکستان کے سابق ڈائریکٹر خواجہ عبدالحمید کمالی اس موقف کی حامی ہیں = جعفری مرحوم اور اقبال اکیڈمی، پاکستان کے سابق ڈائریکٹر خواجہ عبدالحمید کمالیاس موقف کے حامی ہیں۔ جعفری صاحب مرحوم کے دونوں مکاتب فکر کے علماء سے تعلقات رہے ہیں۔ اور وہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے معاصر ہیں اس لئے بھی ان کی رائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بیگم جعفری کی عنایت سے جعفری صاحب کی ضخیم تالیف "اوراق گم گشتہ" ملی جس میں جعفری صاحب رسالہ کا پورا متن نقل کیا ہے۔ فہرست میں رسالہ کو حضرت مولانا عبدقدیر بدایونی" (۳۷) سے منسوب کیا ہے اور رسالہ کے دیباچہ میں مصنف نے کہا ہے جہاں "محمد عبدللقدیر" لکھا ہے وہاں جعفری صاحب سے اسی طرح لکھا ہے۔

(حضرت مولانا عبدالقدیر بدایونی)(۳۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جعفری صاحب رسالہ کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف سمجھتے تھے۔ "اوراق گم گشتہ" پہلی بار ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی اور اس وقت پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کا مضمون "تصور پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" (مطبوعہ سہ ماہی "العلم" کراچی ۱۹۵۶ء) شائع ہو چکا تھا۔ قادری صاحب سے جعفری صاحب کا ذاتی تعلقات بھی تھے اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ جعفری صاحب نے قادری صاحب کا مقالہ مطالعہ نہ کیا ہو یا وہ اختلاف رائے سے واقف نہ ہوں لیکن اس کے باوجود انکا موقف یہی رہا کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔

خواجہ عبدالحمید کمالی بھی اس مؤقف کے حامی ہیں کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایوانی کی تصنیف ہے۔ فاضل موصوف نے اقبال ریویو شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے :۔

"جناح، اقبال اور تصور پاکستان"

اس مقالے میں کئی جگہ زیر بحث رسالہ اور تقسیم ہند کی تجویز کا ذکر کیا ہے ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں :۔

ا۔ سب سے زیادہ واضح اور معین خاکہ عبدالقدیر بدایونی نے ۱۹۲۰ء میں پیش کیا۔

(ب) عبدالقدیر بدایونی کی یہ تجاویز مارچ اور اپریل ۱۹۲۰ء میں "ذوالقرنین" بدایوں میں شائع ہوئیں۔(۴۰)

(ج) عبدالقدیر جیسے عالم اگر ہندوستان کی سیاسی تنظیم نو یا تقسیم کا نظریہ ۱۹۲۰ء میں پیش کرنے کے قابل ہوئے۔(۴۱)

جون ۱۹۷۷ء میں راقم خواجہ عبدالحمید کمالی کے دولت کدے پا حاضر ہوا اور زیر بحث رسالے پر مفصل گفتگو ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ شاید کمالی صاحب نے پروفیسر ایوب قادری صاحب کے مضامین نہیں دیکھے ورنہ ضرور رجوع

کر لیتے مگر یوں محسوس ہوا کہ کمالی صاحب نے مطالعہ کے بعد اپنی رائے قائم کی ہے اور وہ مضبوطی سے اس پر قائم ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر اصرار فرمایا کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ راقم کی درخواست پر موصوف نے ایک تحریری بیان بھی عنایت فرمایا جو نقل کیا جاتا ہے۔

''اس خط کے بارے میں کوئی شبہ مجھے نہیں ہے کہ یہ بدایونی صاحب کا ہے۔ ان کا طرز تحریر اس خط میں نمایاں ہے نیز ان کے خیالات، مذہبی حکمت عملی اور سیاسی انداز عمل اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ ان ہی کا ہے۔

مقتدی خاں شروانی پریس کا کام کرتے تھے ہزاروں پمفلٹ، کتابیں، چھوٹے موٹے رسالے ان کے سامنے سے آئے اور گئے، ان کی یادداشت پر کہ کون کس کا لکھا ہوا تھا، بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ خاص طور پر بڑھاپے کی یادداشت اور تنہا ایک آدمی کی روایت تحقیقات میں کوئی وزن نہیں رکھا کرتیں۔ زیادہ سے زیادہ تیسرے درجہ کی سنسنی خیزی ضروری پیدا کر سکتی ہیں''۔ (۴۲)

رئیس احمد جعفری اور خواجہ عبدالحمید کمالی کے علاوہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحب زادے جناب عبدالمجید محمد اقبال، بھی رسالہ کو اپنے والد ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ ۱۴ جون ۱۹۷۷ء کو موصوف راقم کے غریب کانے پر تشریف لائے اور سِ ملنے پر تبادلہ خیال فرمایا۔ بالآخر یہی فرمایا کہ انہوں نے زیر بحث رسالے کو اپنے والد ہی کا سمجھا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس کی تصدیق اخبار ''ذوالقرنین'' بدایوں کے مدیر اعلیٰ سے بھی کرلی گئی ہے جہاں سے یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔ موصوف نے ازراہ کرم اپنا تحریری بیان بھی عنایت فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے (۴۳)

''ڈاکٹر حمید کمالی کا مضمون جو ''اقبال ریویو'' میں شائع ہوا تھا، اس میں پاکستان کی موجودہ صورت اور اس کے تصور میں کافی تفصیل سے مولانا عبدالقدیر صاحب کے خط کا تذکرہ کیا ہے جو میں اپنے باوا علیہ الرحمہ (والد ماجد) سے متعلق سمجھا لیکن بعد میں دوران گفتگو عزیزی پروفیسر ایوب قادری صاحب سے یہ معلوم ہو کر کہ وہ مولانا عبدالقدیر صاحب کوئی دوسرے بزرگ ہیں کچھ حیرت بھی ہوئی۔ اس سلسلے میں میں نے پروفیسر کمالی صاحب سے اولاً معلومات حاصل کیں جنھوں نے اپنے تحقیق کو باوا (والد ماجد) سے ہی متعلق (ہونے پر) یقین کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۵ء میں میرا بدایوں جانے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ وہاں احید الدین صاحب (نظامی پریس) سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، انہوں نے بھی اس بات سے اتفاق کیا کہ یہ واقعی باوا (والد ماجد) سے ہی متعلق ہے''(۴۴)

بدایوں کے ایک فاضل ڈاکٹر محمد صداقت اللہ خاں صاحب نے بھی مدیر ''ذوالقرنین'' کے حوالے سے یہی بات لکھی ہے۔ (۴۵)

کسی مصنف کے بارے میں تحقیق کے لیے جہاں خارجی شواہد ضروری ہیں وہاں داخلی شواہد بھی ضروری ہیں۔ خارجی شواہد کتنے ہی وزنی ہوں اگر داخلی شواہد اس کی تخلیط و تکذیب کرتے ہیں تو حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

(باقی آئندہ)

# حوالہ جات

(۱۱) ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے کہ اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک جرمن ماہر جغرافیہ سے ہندوستان کا نقشہ بنوایا تھا، جس میں ان علاقوں کی جغرافیائی طور پر نشاندہی کی گئی تھی جو پاکستان میں شامل ہوئے تھے۔ (بحوالہ ہفت روزہ الہام بہاولپور، ۱۴، اگست ۱۹۹۷ء ص ۷) ممکن ہے یہ نقشہ تیار کراتے وقت اقبال کے پیش نظر تقسیم ہند کی وہ مفصل تجویز ہو جو ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی۔ مسعود

(۱۲) Ishtiaq hussain Qureshi: The struggle for Pakistan, Karachi, 1974, p117

(۱۳) صدر، مرکزی مجلس رضا، لاہور۔

(۱۴) مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی جلیل القدر عالم اور صاحب بصیرت سیاست دان تھے۔ ۱۸۹۳ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ معاصرین علماء سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں شریک رہے مگر کانگریس کے کسی جلسے میں شرکت نہیں کی۔ ۱۹۲۴ء میں آثار مقدسہ شہید کرنے کے خلاف تحریک میں حصہ لیا۔ عراق اور اردن کے شاہی خاندانوں سے مولانا کے خصوصی تعلقات تھے۔ تحریک پاکستان کے زمانے میں آپ حیدر آباد دکن کی عدالت العالیہ میں مفتی تھے۔ جو دراصل مسلم اسٹیٹ انجمن اتحاد المسلمین کے زبردست موئید تھے۔ جو دراصل اسٹیٹ مسلم لیگ تھے۔ قائداعظم اور نواب بہادر یار جنگ کے مداح تھے۔ بلکہ نواب صاحب کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی تھی۔ الغرض مولانا پاک وہند کے طبقہ علماء اور سیاست دانوں میں ایک قابل ذکر ہستی تھے۔ (۱۹۴۶ء میں بدایوں میں آپ کا انتقال ہوا۔ (ماخوذ از مکتوب مولانا ہرا قادری مکتوبہ ۱۳، نومبر ۱۹۷۷ء)

تفصیلات کے لئے راقم کا مندرجہ ذیل تحقیقی مقالہ مطالعہ کیا جائے۔

"عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی"

مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ---- مسعود

(۱۵) اخبار "ذوالقرنین" کے مدیر نظام حسین نظامی نے مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی کے والد ماجد مولانا محمد عبدالقادر بدایونی اور برادر بزرگ مولانا محمد عبدالمقتدر بدایونی کا اپنی تالیف "قاموس المشاہیر" (جلد دوم، مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۶ء ص ۶۷) میں ذکر کیا ہے، پھر ۱۹۶۰ء میں جب مولانا محمد عبدالمقتدر بدایونی کا انتقال ہوا تو نظام الدین حسین مرحوم کے صاحبزادے وحید الدین نظامی (چیف اڈیٹر اخبار "ذوالقرنین" نے پورے صفحے پر تعزیتی پیغام شائع کیا (ذوالقرنین، بدایوں شمارہ ۷ ا-اپریل ۱۹۶۰ء ص ۵)

ان حقائق سے بھی اس خیال کو تقویت ملی کہ رسالے کے اصل مصنف شاید مولوی محمد عبدالقدیر بدایونی ہوں۔ خود راقم کا بھی یہی خیال تھا لیکن پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے جب اپنے مقالے کے تراشے ارسال کئے تو کچھ اشتباہ پیدا ہو گیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں -- مسعود

(۱۶) قاضی عزیز الدین، قاضی عبدالوالی بلگرامی کے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں علی گڑھ سے بی-اے کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ڈپٹی کلکٹر سہارنپور ہوئے بعد میں ایل-ایل-بی کیا۔ کانپور مراد آباد پھر الہ آباد میں مختلف سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۲۹ء میں الہ آباد سے ریٹائر ہوئے۔ بعد میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں خزانچی ہو گئے۔ ۱۹۳۱ء میں علی گڑھ ہی میں انتقال ہوا ---- مسعود۔

(۱۷) قاضی عزیز الدین بلگرامی کے بڑے بھائی تھے۔ شکار کے شوقین تھے اور آبائی جائیداد پر گزر بسر کرتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں انتقال ہوا ---- مسعود۔

(۱۸) (الف) محمد ایوب قادری پروفیسر: "تصور پاکستان ایک گم شدہ کڑی" مشمولہ سہ ماہی "العلم" کراچی، شمارہ جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء۔

(ب) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "تحریک پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" مشمولہ سہ ماہی "الزبیر" بہاولپور شمارہ ۱۹۷۰ء۔

نوٹ: رسالہ "العلم" محترم جناب سید نور محمد قادری (چک نمبر ۵ شمالی گجرات) کی عنایت سے ملا اور رسالہ "الزبیر" مکرمی جناب مسعود حسن شہاب نے مرحمت فرمایا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے بھی ازرہ کرم تراشے ارسال فرمائے تھے - مسعود

(۱۹) تصدق احمد خاں بیرسٹر تھے، تحریک خلافت اور کانگریس کے سرگرم کارکن۔ مسٹر گاندھی اور نہرو ان کی صلاحیتوں کے قائل تھے ---- مسعود۔

(۲۰) مکتوب محررہ ۲۵، دسمبر ۱۹۵۶ء از علی گڑھ بنام پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی۔

(۲۱) مکتوب محررہ ۲۳، جنوری ۱۹۶۸ء از علی گڑھ بنام ڈاکٹر صبیح الدین بلگرامی ابن قاضی عزیز الدین بلگرامی، کوئٹہ۔

(۲۲) مکتوب محررہ ۲۸، مارچ ۱۹۶۸ء علی گڑھ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور۔

(۲۳) علی گڑھ ایڈیشن (۱۹۲۰ء بدایوں ایڈیشن (۱۹۲۰ء) کی ہو بہو نقل نہیں بلکہ اس میں ترمیم واضافہ کیا گیا ہے۔

(۲۴) مکتوب محررہ ۲۳، اگست ۱۹۷۷ء از بدایوں بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد (مٹھی، ضلع تھرپارکر سندھ)

(۲۵) یہاں پروفیسر محمد ایوب قادری کے مضمون کی طرف اشارہ ہے، جو سہ ماہی "العلم" کراچی میں ۱۹۶۸ء (جنوری تا مارچ) شائع ہوا۔

(۲۶) مکتوب مذکور

(۲۷) مکتوب مذکور

(۲۸) رسالہ کا موضوع گائے کی قربانی کی حمایت ہے۔

۱۹۲۰ء کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی طرف سے قربانی کی مخالفت کی گئی تھی اور صدر مسلم لیگ حکیم اجمل خاں نے ایک تجویز پاس کراکے اس کی عام اشاعت کی۔ چنانچہ رسالے میں حکیم صاحب پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ اس لئے یہ بات محل نظر ہے کہ ایک ایسا شخص صدر مسلم لیگ پر تنقید کر جو مزاجاً "مسلم لیگی تھا۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ قوم پرست علماء جو آخر تک تقسیم ہند کے مخالف رہے ان کی ایماء پر تقسیم ہند کی تجویز کیسے پیش کی گئی؟ ---- مسعود۔

(۲۹) مکتوب مذکور

(۳۰) مکتوب مذکور

نوٹ: پروفیسر محمد ایوب قادری نے اپنے دونوں محولہ بالا مضامین میں کسی مقام پر احیدالدین نظامی سے بات چیت کا حوالہ نہیں دیا۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ البتہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے عبدالمجید محمد اقبال فرماتے تھے کہ احیدالدین نظامی کہتے تھے کہ رسالہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تصنیف ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۱) An Open Letter to Mehatama Gandhi, Karachi, 1970 PP.i,ri

(۳۲) An Open Letter to Mehatama Gandhi Karachi, 1970 PP.i,ri

(۳۳) ریڈر ادارہ تحقیقات اسلام، اسلام آباد۔

(۳۴) لائبریرین ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

(۳۵) (i) The Muslim Community
(ii) The Struggle Gor Pakistan.
Karachi. 1947

نوٹ: پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب شریف الدین پیرزادہ نے بھی اپنی مندرجہ ذیل کتاب میں کسی جگہ حاشیہ پر تقسیم ہند کی اس تجویز کا ذکر کیا ہے۔

Evolution of Pakistan. Karachi, 1963.

(۳۶) مکتوب مطبوعہ روزنامہ "انجام" کراچی شمارہ ۲۴-اپریل ۱۹۵۸ء

(۳۷) رئیس احمد جعفری، سید: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ، لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۵

(۳۸) ایضاً ص ۳۵۲

نوٹ: یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ جب بدایونی اڈیشن (۱۹۲۰ء) میں "محمد عبدالقدیر بلگرامی" لکھا ہے تو پھر "محمد عبدالقدیر بدایونی" کیوں سمجھا جائے۔ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ رسالہ کو قاضی "عزیزالدین بلگرامی" کی تصنیف سمجھا جا سکتا ہے اور مصلحت وقت کے عذر کو قبول کیا جا سکتا ہے تو "بلگرامی" اور "بدایونی" کے اختلاف کو بھی مصلحت وقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ داخلی شواہد اس قیاس کے موئید ہوں ---- مسعود

(۳۹) اقبال ریویو، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء ص ۳

(۴۰) ایضاً ص ۵ (۴۱) ایضاً ص ۸

(۴۲) خواجہ عبدالحمید کمالی، تحریری بیان محررہ جون ۱۹۷۷ء کراچی

(۴۳) یہ امر قابل ذکر ہے کہ زیر بحث رسالہ کے بارے میں نہ قاضی عزیزالدین بلگرامی کے صاحبزادے ڈاکٹر صبیح الدین بلگرامی کو براہ راست اس کا علم تھا کہ رسالہ ان کے والد کی تصنیف ہے اور نہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے عبدالمجید محمد اقبال کو بلاواسطہ یہ علم کہ رسالہ ان کے والد کی تصنیف ہے۔ دونوں حضرات کو بالواسطہ معلوم ہوا۔ مسعود

(۴۴) عبدالمجید محمد اقبال، تحریری بیان محررہ ۱۴، جون ۱۹۷۷ء کراچی۔

نوٹ: جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے راقم نے اس بات کی تصدیق وتوثیق کے لئے خود احیدالدین نظامی سے رابطہ قائم کیا اور ان کو خط لکھا جس کا جواب ان کے صاحب زادے جمال الدین مونس نظامی نے دیا (محررہ ۲۳، اگست ۱۹۷۷ء)۔

مونس صاحب نے اپنے والد کی طرف سے نہ اس بات کی تصدیق کی اور نہ تکذیب۔ اس بات سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید احیدالدین نظامی کا وہی خیال ہو جو اوپر مذکور ہوا ---- مسعود

(۴۵) مکتوب بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد۔

# اردو نثر نگاری اور امام احمد رضا

(دوسری اور آخری قسط)

(ڈاکٹر صابر سنبھلی★)

اس ایک کے علاوہ دوسری مثال محال ہے۔ اب ذرا اس خوبی پر غور کیجئے اور کمیت اور کیفیت (جو پیچھے مذکور ہوئیں) پر نظر رکھتے ہوئے بتایئے کہ اردو میں ایسا نثر نگار اور کون ہے جس کو ان کے مقابلے میں رکھا جاسکے۔

امام احمد رضا عربی و فارسی زبانوں کے جید عالم تھے۔ پھر مسائل شرعیہ میں فارسی و عربی الفاظ کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے شاید کسی کو شبہ ہو کہ ان کے نثر عربی فارسی کے چنگل سے آزاد نہیں ہوئی تو عرض ہے کہ مسائل دینیہ خالص اردو (جس میں عربی و فارسی کے الفاظ نہ ہوں) لکھی ہی نہیں جاسکتی پھر امام احمد رضا عربی و فارسی اور اردو کے بڑے عالم تھے وہ جانتے تھے کہ کہاں عربی کا لفظ زیادہ مناسب ہے اور کہاں اردو یا فارسی کا۔ اس لئے انہوں نے جہاں جس لفظ کو مناسب سمجھا ہے اس کو استعمال کیا ہے اور فصاحت کا اقتضا بھی یہی ہے۔

عربی اور فارسی الفاظ کی کثرت قاری کو لغت کا سہارا لینے پر مجبور کرتی ہے اور علمی موضوعات میں یہ ناگزیر ہے۔ بعض جگہ علماء کو بھی لغت کی مدد لینی پڑسکتی ہے، لیکن امام احمد رضا کی نثر کی خوبی یہ ہے کہ وہ ابہام کے عیب سے پاک ہے۔ انہوں نے الفاظ کی بھول بھلیاں بنا کر اپنی نثر کو چیستاں نہیں بنایا۔ جو بات ہے صاف ہے، جو مسئلہ ہے واضح ہے اور اچھی نثر کی یہی خوبی ہیں۔ اس میں حسب ضرورت آنے والے مشکل الفاظ کے علاوہ کوئی چیز تفہیم کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ حضرت امام احمد رضا کی نثر کا عام رنگ یہ ہے۔

"آج کل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی کلی کے سمجھتے ہیں۔ کچھ پانی منہ میں لے کر اگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہیں پہنچتا۔ یوں غسل نہیں اترتا، نہ اس غسل سے نماز ہوسکے، نہ مسجد میں جانا جائز ہو، بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے، گالوں کی تہہ میں، دانتوں کی جڑ میں، دانتوں کی کھڑکیوں میں، حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کے جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اس کو جدا کر کے کلی کرے، ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس کے جدا کرنے میں حرج ضرر واذیت ہو، جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہوجاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا۔ یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے۔ تو جب تک یہ حالت رہے گی معافی ہوگی۔(۲)"

زبان موضوع کے لحاظ سے کہیں اس سے سہل اور کہیں دشوار ہے، لیکن وہی ہے جو پہلے کہی گئی کہ الفاظ مشکل ہوسکتے ہیں۔ (بلکہ موضوع کا تقاضا ہے کہ مشکل ہوں) لیکن کہیں ابہام یا الجھاؤ نہیں ہے۔

نثر روانی، جودت طبع و ظرافت کا عنصر بھی دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ ایشور ہر جگہ رہا ہوا ہے اور ہر شخص کے آگے دس انگل کے فاصلے پر موجود ہے۔ اس خیال کی کیا مزے لے دھجیاں اڑاتے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہے۔

"دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے تو ہر جگہ کب ہوا پھر دو آدمی آمنے سامنے دس انگل کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ انگل پر ایک کے پیٹ میں گھسا ہوا ٹھہرا---جب ہر جگہ رہا ہوا ہے، فرض کرو

★(شعبہ اردو، ایم۔ایچ۔(پی۔جی) کالج مراد آباد، انڈیا)

ایک شخص دوسرے کے جوتا مارا تو یہ فضا جس میں جوتا چل کر اس کے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں۔ نہ کیوں کر ہوگا کہ وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو جوتا آتے ہوئے دیکھ کر ہٹ گیا یا جوتا اس کے اندر ہوتا ہوا گزر گیا۔ ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا، یہ جگہ خالی ہو جائے گی۔ ضرور جوتا اس میں ہو کر گزرا۔ عجیب ایشور ہے کہ جوتے سے پھٹ گیا۔ پھر اس شخص کے جس حصہ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں۔ نہ کیسے ہوگا ورنہ ہر جگہ نہیں رہے گا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتاؤ کہ یہ جوتا کس پر پڑا کاش نرا الٹا ہوتا تو پاؤں پر لگتا، سیدھا بھی ہے تو سر پر پڑا، یہ ہیں آریا اور ان کے ایشور۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟(۳)

لطیف مزاح کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی نے دیوبند سے ایک استفاء بھیجا تھا۔ وہاں ایک جلسے میں کسی مقرر نے حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی کے ثبت میں یہ بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ ﷺ کو، امام احمد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری کتنی عمر باقی ہے۔ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا خمس لا یعلمھا الا ھو۔ تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں تھے۔

امام احمد رضا جواب میں فرماتے ہیں۔

"علماء وہابیہ کی جہالت تماشا کر دی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ ابن سیرین کی وفات نہم شوال ۱۱۰ھ کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ کو میں----گر یہ کہیے کہ امام احمد جب کہ اپنے جد امجد کی پشت میں لگے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ماضی الارحام سے بھی خفی تر غیب مافی الاصلاب کو جانا اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا(۴)

قدیم نثر کی ایک قسم مقفیٰ بھی ہے۔ اس کو لکھنے کے لئے نسبتاً زیادہ علم اور مشق کی ضرورت ہوتی تھی۔ نثر عاری کا رواج ہوا تو نثر مقفی کا لکھنا تقریباً بند ہو گیا، لوگوں کو عادت بھی نہیں رہی اور اب تو نثر مقفی کتابوں کی چیز بن کر رہ گئی ہے امام احمد رضا نے جدید نثر کو فروغ دیا اور عاری نثر کو اپنایا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ نثر مقفی لکھنے پر قادر نہیں تھے۔ بلاشبہ قادر تھے، مگر اس کے لئے جتنا وقت چاہیے تھا وہ ان کے پاس نہ تھا۔ قلم برداشتہ لکھی ہوئی مقفی نثر کے چند نمونے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) "تحریر مذکورہ صواب سے بیگانہ، فقاہت سے برکرانہ محض بے بنیاد کورانہ ہے"(۵)

(۲) "نہ ایسی نقل مجہول کسی طرح قابل قبول، نہ ایسا ناقل التفات کے قابل، نہ اس پر شرع سے کوئی دلیل اور قول بے دلیل مردود و ذلیل"۔(۶)

(۳) "نہیں معلوم کیسی کتاب، کس کی کتاب، اس کی کیا عبارت کیا مفاد۔ ناقل نے کیا سمجھا کیا مراد۔ خود ناقل کو بھی جزم نہ اعتماد کہ طرز بیان سے تبری عہدہ مستفاد"(۷)

(۴) "الحمد للہ آفتاب علمتاب، حق و صواب، بے نقاب و حجاب، شک وارتیاب جلوہ فرما سے منظر احباب ہوا۔ اب کیا حاجت کہ حشویات زائدہ ولغیات بے فائدہ کے ردوابطال میں

تضیع وقت کیجئے" (۸)

ایک استفتاء آیا تھا کہ زید کی ران میں پھوڑا یا کوئی اور بیماری ہے۔ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کرے گا، مگر صرف اسی جگہ پر مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے۔اس حالت میں وضو یا غسل کے لئے تیمم درست ہے یا نہیں ؟

مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے اور عادت کے مطابق حوالے شامل کرنے سے جواب کچھ طویل ہو گیا ہے لیکن نفس مسئلہ کا جواب اس قدر ہے۔

"الجواب صورت مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لئے تیمم جائز نہیں۔وضو کے لئے تو نہ جائز ہونا ظاہر کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں اور غسل کے لئے یوں ناروا کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے۔لہذا وضو تو بلا شبہ تمام و کمال کرے اور غسل کی حاجت ہو تو مضرت اگر صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم نہ کرے گا اور اسے گرم پانی قدرت ہے تو بیشک پورا غسل کرے۔ اتنی جگہ کو گرم پانی سے دھوئے۔باقی بدن گرم یا سرد جیسے چاہے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے، یا اگر مضر تو نہ ہو گا مگر اسے اس پر قدرت نہیں تو ضرر کی جگہ بچا کر باقی بدن دھوئے اور اس موضع پر مسح کرے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے، مگر وہ دوا یا پٹی کے حائل سے پانی کی ایک دھار بہا دینی مضر نہ ہو گی وہاں اس حائل پر ہی بہادے۔باقی بدن بدستو دھوئے اور اگر حائل پر بھی پانی بہا مضر ہو تو دوا یا پٹی پر مسح ہی کرلے۔ اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اتنی جگہ خالی چھوڑ دے جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجا لاتا جائے"(۹)

عام مفتیوں کی طرح دو تین جملوں میں سر کا بوجھ اتارنے کی کوشش نہیں کی،بلکہ مسئلے کو واضح کر دیا۔اس کے ہر پہلو کو روشن کر دیا اور بے وجہ کی طوالت بھی نہیں ہوئی۔جواب میں ایک لفظ کو بھی زائد نہیں کہا جا سکتا۔آگے چل کر مسئلے کے مزید امکانی پہلو کو بھی روشن کر دیا ہے اور حوالوں سے اپنی بات کو مضبوط کیا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں تقریباً ہر جگہ یہ خوبی نمایاں ہے۔

وضاحت سے متعلق ایک مثال اور پیش کرنا چاہتا ہوں گنگوہی صاحب نے دیوار مسجد سے تیمم کرنے کو مکروہ لکھا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھتے تھے کہ تیمم کرنے سے دیوار مسجد میں تصرف ہو جائیگا۔ امام احمد رضا نے اس خیال کا وضاحت کے ساتھ جائزہ لیا اور فرمایا۔

"تیمم جو کچھ تصرف ہے اپنے چہرہ و دست پر ہے۔ دیوار سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہو گا یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا۔ورنہ مکروہ نہیں بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار پر وقف،بلکہ ہر نابالغ،بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا،بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہو گا مگر سخت جاہل۔ ہاتھ لگانے سے دیوار کا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔چراغ میں تیل بتی کا خرچ ہے۔ پھر بھی مسجد کے چراغ سے کہ مسجد کے لئے روشن ہے خط پڑھنا یا کتاب دیکھنا یا سبق پڑھنا پڑھانا بلا شبہ روا ہے"(۱۰)۔

مختصر الفاظ میں شبے کے ہر ہر پہلو کو ملایا میٹ کر دیا، یہ ادائے مطلب میں کامیابی کی عمدہ مثال ہے اور یہ نثر کی اہم

خوبی ہے۔

امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ میں کثرت کے ساتھ منقولات کو جگہ دی ہے۔ ساتھ ہی معقولات کا بھی خوب سہارا لیا ہے اور حالت یہ ہے کہ مخالف کو گنجائش دم زدن نہیں رہتی۔ بعض بزرگان دین کے لئے بعض حضرت بعض کلمات کی سند لیتے ہیں۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"مولیٰ کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبادت سے تعبیر فرمائے، فرمائے۔ دوسرا کہے تو اس کی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے۔ للہ المثل الاعلیٰ بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر مستفید کرنے، ادب دین حزم و عزم و احتیاط سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ نالائق، احمق وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا۔ باپ کو اس کا اختیار تھا۔ اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے۔ حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ مردود مستحق عذاب نار و تعزیر و سزا ہوگا۔ جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کو ایسا کر کے انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیوں کر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا۔ (۱۱)

ایک بڑی خوبی جو امام صاحب کے فتاوے میں پائی جاتی ہے وہ قطعیت ہے۔ وہ کہیں بھی ڈھمل یقین ہو کر فتویٰ نہیں دیتے۔ یہی بات کسی بھی فتوے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چونکہ مثالیں نقل کرتا آیا ہوں اس لئے یہاں بھی ایک چھوٹی سی عبارت نقل کر رہا ہوں۔

ستر کھلنے یا دیکھنے سے وضو جاتا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے۔ علماء نے ستر عورت کو آداب وضو سے گنا۔ اگر کشف سے وضو جاتا تو فرائض وضو سے ہوتا (۱۲)

لیکن یہ بھی کہ وہ بات نہیں لکھتے تھے جس کی دلیل نہ دے سکیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک سوال کا جواب اس طرح لکھا تھا۔

محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔" (۱۳)

سنا ہے کے بعد چار اطلاعات غیر مصدقہ ہیں، سنی ہوئی بات پر فتویٰ دینا گنگوہی صاحب کو مبارک ہو، اس کے برعکس امام احمد رضا کے جواب کی سچائی اور ایمانداری ملاحظہ فرمائیے۔

"مسئلہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا شبہ ہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت ہو گیا تو جو قطرے اس کی ریش وغیرہ سے گریں گے اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوگے حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔

الجواب : ان قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں ان کا گرانا جائز نہیں۔ بدن اتنا پونچھ کر کے قطرے نہ گریں، مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴)

امام احمد رضا نے نثر میں ہزار ہا صفحات لکھے بڑی بڑی تحقیقات کیں اور ایسے کارنامے انجام دیئے کہ ابو حنیفہ ثانی کا مرتبہ پایا۔ شاعری میں بہ مشکل ڈھائی سو صفحات کا سرمایہ چھوڑا

ہو گا۔ اس کے باوجود ہمارے محقق اور نقاد حضرات ان کی شاعری پر ہی داد تنقید و تحقیق دے رہے ہیں کئی پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں ایوارڈ ہو چکیں۔ الگ سے بھی کام ہو رہا ہے۔ ان کی دینی خدمات اور فقاہت پر بھی کام ہوا اور ہو رہا ہے لیکن ان کی نثر کو پرکھنے کی کوئی خاص زحمت نہیں کی گئی۔ سبب جو بھی ہوا پسندیدہ ہے۔

حقیر فقیر صابر سنبھلی اول تو اتنا علم نہیں رکھتا کہ امام صاحب کی نثر کے ساتھ انصاف کر سکے۔ دوئم اس کی مکروہات ایسے کاموں کے لئے وقت نہیں دیتیں۔ سوئم گرتی ہوئی صحت بھی کچھ نہیں کرنے دیتی۔ چہارم کتابوں کی کمی بھی مسئلہ ہے۔ مانگے تانگے کی چند کتابوں سے یہ مضمون لکھ دیا تاکہ صاحب استعداد اور ذی علم قلم کار اس طرف متوجہ ہوں۔ امید ہے کہ یہ میری ابتدائی کوشش ضائع نہ ہوگی اور اہل قلم اس موضوع پر خوب خامہ فرسائی فرمائیں گے۔

## حوالاجات


(۱) ماہنامہ "قاری" دلی کا امام احمد رضا نمبر اپریل ۱۹۸۹ء جلد ۵ شمارہ ۱۲، صفحہ ۳۰۸

(۲) فتاوی رضویہ مترجم ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، جون ۱۹۹۶ء جلد اول صفحہ ۴۱-۴۴۰

(۳) العطایہ النبویہ فی فتاوی رضویہ جلد اول، ناشر رضوی کتاب گھر بھیونڈی ۱۴۰۵ھ صفحہ ۷۳۹

(۴) مجلہ "پیغام رضا" ممبئی بابت سال ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۸

(۵) فتاوی رضویہ مترجم جلد سوم ناشر رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۶ء صفحہ ۷۳۸

(۶) ایضاً صفحہ ۷۳۸

(۷) ایضاً صفحہ ۷۳۹

(۸) فتاوی رضویہ مترجم جلد ہفتم، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۶۹۹

(۹) فتاوی رضویہ مترجم جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۴۶۱

(۱۰) فتاوی رضویہ جلد سوم، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، جون ۱۹۹۶ء صفحہ ۷۴۰

(۱۱) فتاوی رضویہ جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، جون ۱۹۹۶ء صفحہ ۸۲۴ / ۸۲۳

(۱۲) فتاوی رضویہ جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، جون ۱۹۹۶ء صفحہ ۳۵۲

(۱۳) فتاوی رشیدیہ کامل مبوّب بطرز جدید ناشر گلستان کتاب گھر، دیوبند ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۸۰

(۱۴) العطایا النبویہ فی فتاوی رضویہ جلد دوم ناشر کتب خانہ سمنانی، میرٹھ صفحہ ۱۳

(پانچویں قسط)

# سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

فتحی صاحب نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے "منظومۃ اسلامیہ" کے ۳۰۰۰ر نسخے شائع کیے ہیں اور پاکستان میں اس کی رعایتی قیمت فی نسخہ ۱۰ر ڈالر پڑے گی ہم نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ ہم بھی لینگے ابھی فی الوقت ہم آپ کو تعداد نہیں بتا سکتے، ہم شیخ حازم صاحب سے مشورہ کے بعد آپ کو اطلاع دیں گے کتنی تعداد میں ہم یہ کتاب آپ سے خریدیں گے۔ ہم نے اس کی خوبصورتی اور دیدہ زیب چھپائی پر ان کی تحسین کی اور یہ بھی کہا کہ اس کی صوروی حسن میں بھی آپ نے پاکستانیوں کے مزاج کا پورا خیال رکھا ہے۔ فتحی نصار صاحب نے فرمایا کہ اس کتاب کے اعزازی نسخے انہوں نے ترکی، ایران، عراق، اردن، مغرب، سعودی عرب، یمن بلکہ تمام عرب ممالک کی اہم لائبریریوں کو بھیج دیئے ہیں۔ سعودی عرب سے متعلق انہوں نے ہمیں ایک دلچسپ واقعہ یہ سنایا کہ "ہم نے ریاض یونیورسٹی کی لائبریریوں کیلئے جب یہ نسخہ انہیں بھیجا تو ہمیں وہاں سے فون آیا(اور غالباً بعد میں خط بھی) کہ آپ نے یہ کیا چھاپ دیا ہے؟" فتحی صاحب نے فرمایا کہ "کیوں کیا بات ہے؟ کیا اس کتاب میں کوئی خلاف شریعت بات نظر آئی؟" فون کرنے والے نے کہا کہ "آپ کوئی ایک بات کہہ رہے ہیں ارے یہ تو ساری کتاب شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ آپ اس کو نہ شائع کریں اور اگر شائع کر ہی لی ہے تو اس کی ترسیل روک دیں"۔ انہوں نے جواب دیا کہ "مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی، میں نے پوری کتاب مطالعہ کی ہے اس میں تمام کی تمام مدائح النبی (نعت نبی) ﷺ ہے۔ فون کرنے والے سعودی نے کہا "یہی بات تو شرک ہے"۔ اس پر فتحی نصار صاحب نے یہ کہہ کر فون بند کردیا کہ "اگر سید عالم ﷺ کی مدحت سرائی شرک و بدعت ہے تو دنیا میں کوئی اچھی سے اچھی کتاب بھی شرک و بدعت سے خالی نہیں ہوگی اس لئے حضور اکرم ﷺ کا منثور یا منظوم ذکر اس میں ضرور ہوگا، ہم تو اس کتاب کو طبع بھی کرارہے ہیں اور تمام عالم اسلام میں اس کی نشر و اشاعت بھی کریں گے۔ اس واقعہ سے جہاں سعودیوں کی آقا و مولیٰ ﷺ کے ذکر سے چڑ اور نفرت کا اظہار ہوتا ہے وہیں فتحی نصار صاحب کی سید عالم ﷺ سے محبت اور ایمان کی استقامت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ بعد میں قاھرہ سے روانگی سے قبل ہم نے فتحی نصار صاحب سے ۱۵۰ر نسخے خریدے جو ۱۵۰۰ر مصری پونڈ اور پاکستانی کرنسی کے حساب سے ۲۲۵۰۰ر روپے بنے۔ اگرچہ یہ کتاب پاکستان میں طباعت کے اخراجات کے اعتبار سے ہمیں مہنگی پڑی، لیکن مصر میں طبع شدہ کتاب کی افادیت عالم اسلام خصوصاً عرب ممالک میں ابلاغ کی اہمیت کے پیش نظر کہیں زیادہ ہے۔ لہذا راقم کا مشورہ یہ ہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے اہل سنت کے تمام تصنیفی، تحقیقی و اشاعتی ادارے، دار العلوم اور صاحب

حیثیت حضرات کو چاہیے کہ نشر و اشاعت اور مصر کے ناشر کی دلجوئی کی خاطر دس دس، بیس بیس، پچاس پچاس، نسخے حسب استطاعت خرید کر عالم اسلام کی جامعات، اسکالرز معروف اہل قلم اور نامور شعراء حضرات کو اور مختلف ملکی اور عالمی لائبریریوں میں ارسال کریں۔ اس طرح سے قاھرہ، مصر کے ناشرین کے ذریعہ عالم عرب اور اسلامی ممالک میں پاک و ہند کے علماء اہل سنت کی تصانیف کی طباعت و اشاعت اور ابلاغ کیلئے بہتر رابطے میسر ہو سکیں گے جس کی ہمیں اغیار کے مقابلے کیلئے عالمی سطح پر شدید ضرورت ہے۔ غرضیکہ محترم فتحی نصار صاحب نے ہمیں مصروفیات کے باوجود کافی وقت دیا۔ انہوں نے ہم سے معذرت کی کہ اس وقت جلدی میں ہیں کیونکہ ان کو دو تین دن کے لئے تجارتی مقاصد کے تحت اسکندریہ جانا ہے۔ انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ آئندہ منگل یعنی ۱۴؍ ستمبر ۱۹۹۹ء کو ہم سب بشمول شیخ حازم صاحب اور مولانا ممتاز احمد سدیدی سلمہ الباری دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ تناول کریں۔ ہم نے ان کی دعوت شکریہ کے ساتھ قبول کرلی اور ان سے رخصت لیکر ہم چاروں، یہ فقیر، علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب، محترم السید محمد حازم صاحب، محقق تراث الاسلامی استاذ محمود جیرۃ اللہ صاحب کے ساتھ ایک ہوٹل میں آئے جہاں جیرۃ اللہ صاحب نے سیخ کباب مرغ مسلم بیگن کا بھرتہ تل کے آٹے کی چٹنی، سلاد ٹماٹر کی چٹنی، دھی، کھیر، روٹی اور چاول کی ڈشوں سے ہماری پر تکلف دعوت کی بعد میں اپنی اپنی پسند کے مشروب پیئے۔ وہاں سے اٹھ کر ایک قہوہ خانے میں آئے جہاں قہوہ (بغیر دودھ والی چائے) پی گئی۔ قاھرہ شہر میں اس قسم کے قہوہ خانے جگہ جگہ موجود ہیں۔ جہاں لوگ قہوہ اور حقہ جسے وہاں شیشہ کہا جاتا ہے، سے شوق کرتے ہیں اور خوش گپیاں کرتے ہیں۔ قہوہ عام طور سے دو طرح کا ہوتا ہے ایک بغیر دودھ کی چائے کا، دوسرے گیہوں کے قسم کا ایک دانہ ہوتا ہے (اس کا نام یاد نہیں رہا) اور اس کا مزہ ذرا تلخ ہوتا ہے جو مشہور مصری قہوہ ہے وہ صرف بڑے ہوٹلوں میں ہی ملتا ہے۔ عام قہوہ خانوں میں عموماً نہیں ملتا۔ یہاں سے استاذ محمود جیرۃ اللہ صاحب سلام کر کے ہم سے رخصت ہو گئے۔ استاذ جیرۃ اللہ صاحب دکتور حسین مصری صاحب کے شاگرد رشید اور "تراث الاسلامی" کے محقق ہیں عالم فاضل ہیں غالباً احادیث نبویہ کے حوالے سے ڈاکٹریٹ کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے قیام قاھرہ کے دوران امام احمد رضا کے واسطے سے سند حدیث عطا فرمائی، انہوں نے دکتور حسین مجیب مصری حفظہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ شیخ الفضیلۃ دکتور حسین مجیب المصری زید مجدہ کا شمار جدید مصر کی عظیم علمی اور ادبی شخصیات میں ہوتا ہے۔ ان کی عمر تقریباً ۸۴؍ سال ہے اور عمر کے اس حصہ میں کثرت مطالعہ سے ان کی بینائی تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ وہ جامعہ عین شمس قاھرہ، جامعہ الازھر الشریف قاھرہ اور جامعہ حلوان کے مختلف شعبوں مثلاً فارسی، ترکی، لغات شعوب اسلامیہ، ادب اسلامی اور ادب تصوف اسلامی کے استاذ رہے ہیں۔ وہ گیارہ زبانوں کے جن میں، عربی، فارسی، ترکی، فرانسیسی، انگریزی، جرمنی، اطالوی اور رومی زبانوں کے استاذ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اردو، آرمینی، پہلوی اور لاطینی زبانوں میں بھی کافی شدبدھ رکھتے ہیں۔ ۱۷؍ سال مجمع اللغوی کے فعال رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، وہ ایک اچھے شاعر بھی ہیں، عربی، فارسی اور ترکی میں شعر کہتے ہیں۔ نعت شریف کا بھی بہت اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ اب تک عربی مین ان کے چھ، فارسی میں (لاہور سے) ایک، اور ترکی میں ایک دیوان قاھرہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے فرانسیسی زبان میں بھی اشعار کہے ہیں۔ (بقیہ آئندہ)
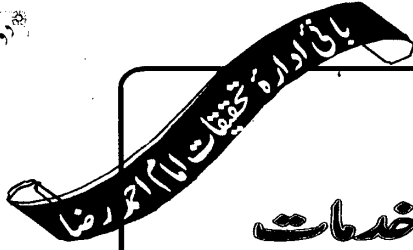
## بیعت و خلافت:

سید صاحب ۱۹۵۶ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے اور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں دوبارہ جب بریلی شریف حضرت سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ کو حضرت نے تمام سلاسل میں خلافت و اجازت کے ساتھ ساتھ اپنا عمامہ، جبہ، ٹوپی، جائے نماز، رومال اور دیگر کئی تبرکات عطا فرمائے، سید صاحب کو سلسلہ حامدیہ رضویہ میں اجازت و خلافت حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے ۱۹۸۶ء میں عطا فرمائی تھی اسی نشست میں مولانا حاجی شفیع محمد قادری صاحب مدظلہ العالی اور صاحبزادہ وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کو بھی خلافت و اجازت عطا فرمائی اس طرح سید صاحب کو اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادوں سے سلسلہ رضویہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی لیکن احقر کی یادداشت کے مطابق حضرت نے سلسلہ کا آغاز نہیں فرمایا تھا۔

## انتقال پر ملال:

انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کے بعد ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۹۱ء میں کراچی میں حسب معمول منعقد ہوا جس میں تمام اراکین نے شرکت فرمائی اور سید صاحب بھی اجلاس میں شرکت میں شرکت کے لئے ۲۷/ دسمبر کو اسلام آباد سے کراچی پہنچ گئے تھے۔ ۲۸ دسمبر کو ادارہ کے دفتر میں اجلاس منعقد ہوا اس وقت ادارہ کا دفتر برنس روڈ پر واقع تھا جبکہ ۱۹۹۲ء سے یہ دفتر ریگل چوک صدر کی ایک بلڈنگ جاپان مینشن میں واقع ہے۔ اجلاس ۲۸/ دسمبر کو جو منعقد ہوا تھا اس دن مکمل نہ ہو سکا چنانچہ ۲۹/ دسمبر کو بقیہ معاملات پر گفتگو کی گئی اور اس طرح تمام اراکین کی آخری ملاقات سید صاحب سے ۲۹ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوئی سید صاحب پروگرام کے مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو بذریعہ ٹرین اسلام آباد روانہ ہو گئے اچانک ۳/ جنوری ۱۹۹۲ء کو بعد مغرب اسلام آباد سے خبر آئی کہ سید صاحب بانیٔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا۔ احقر نے اسی وقت تمام جگہ اطلاع دی اور اسی رات ۹ بجے کی T.V کی خبروں میں یہ خبر تمام عالم میں سنی گئی۔

"ممتاز مذہبی اسکالر سید ریاست علی قادری
آج اسلام آباد میں انتقال کر گئے"

احقر اور صاحبزادہ وجاہت رسول قادری ۴ جنوری کی صبح کی فلائٹ سے اسلام آباد پہنچے۔ ہم دونوں سمیت کئی علماء نے حضرت کو غسل دیا اور بعد میں گھر کے سامنے ہی گراونڈ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اس کے بعد جسد خاکی بذریعہ جہاز شام ۵ بجے

کی فلائٹ سے کراچی لایا گیا اور کراچی میں شمس العلوم جامعہ رضویہ (سخی حسن) میں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی اور رات ۱۱ ربجے ان کو سخی حسن کے قبرستان میں ان کی آخری آرام گاہ میں سلادیا گیا۔

۴ جنوری ۱۹۹۲ء کے تمام اخبارات نے نمایاں سُرخی کے ساتھ سید صاحب کے انتقال کی خبر لگائی۔

سید صاحب کو ان کے انتقال کے بعد مختلف مواقع پر ان کو خراج عقیدت پیش کیا گیا یہاں چند اہم شخصیات کی رائے ملاحظہ کریں۔

**علامہ شمس الحسن شمس بریلوی :**

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

اسی جذبہ نے سید ریاست علی قادری بریلوی مرحوم کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی اس شخصیت کو نمایاں کریں اور ان کے پیکر علم و فطانت کے تمام پہلوؤں کو لوگوں سے منوائیں جن پر تعصب نے بہت سے پردے ڈال دیئے تھے اور ان کو برصغیر پاک و ہند کا صرف ایک بلند پایہ نعت نگار ہی سمجھنے پا اکتفا کی جاتی بلکہ اردو ادب میں ان کے اس مقام کو بھی تسلیم کرنے میں بخل سے کام لیا گیا۔

(صاحب فیض رضا ص ۱۸)

**پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد :**

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اور اس کام کے آغاز کا جس کے سر سہرا باندھا جاتا ہے اسی کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے، جس کو چاہے نواز دے۔ انسان کو خود بھی پتا نہیں کہ وہ کس کام کے لئے منتخب کیا جائے گا، پھر جب منتخب کر لیا جاتا ہے تو اس کام کی تکمیل کے لئے اس کو ذہنی صلاحیتوں اور عملی توانائیوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ قدم قدم پر توفیق الٰہی شامل حال رہتی ہے۔ برادر محترم مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ ایسے ہی خوش بخت انسانوں میں تھے۔ وہ نسیم سحری کی طرح آئے، کلیاں چٹکی، پھول کھلے اور پھر وہ چلے گئے۔

یاد ایام وصل یار افسوس
دہر کے انقلاب نے مارا

اللہ تعالیٰ نے امام احمد کے حالات و افکار کی اشاعت کے لئے ان کو منتخب فرمایا اور انہوں نے یہ فرض بحسن و خوبی انجام دیا، اسی راہ میں جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جاں جا خدا حافظ

(صاحب فیض رضا ص ۲۳)

**مولانا صاحبزادہ وجاہت رسول قادری :**

سید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوش نصیبی اور عطا کی تھی کہ ان کے گرد ایسے مخلص احباب کا حلقہ بنتا چلا گیا جنہوں نے اپنی متحدہ جدوجہد اور مربوط پلاننگ کے ذریعہ ایک مقامی ادارہ کو دس سال کی مختصر مدت میں بین الاقوامی ادارہ بنا دیا"
(صاحب فیض رضا ص ۱۲)

**جناب بشیر حسین ناظم : (وزارت مذہبی امور)**

"میں نے انہیں جب بھی دیکھا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کسی نہ کسی طرح سے حاضری دے رہے ہوتے۔ کبھی ان کے فتاویٰ کے ٹیلی ویژن پر مذاکرے کا انتظام کر رہے ہیں، کبھی ان کے کمالات و فضائل کے بیان کے لئے محفل کا انعقاد کر رہے ہیں کبھی ان کے رسائل کے چھاپنے کی فکر کر رہے ہیں، کبھی "ارباب دوردرشن" سے مل کر اعلیٰ حضرت کا

مبسوط تعارف اور ان کے علمی خدمات اور وجاہت کے پروگرام کرارہے ہیں۔ گویا اعلیٰ حضرت لیلائے حسن وعمل وجاہت علوم ہیں اور سید صاحب ان کے مجنوں۔ (صاحب فیض رضا ص ۳۲)

مولانا علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری :

سید صاحب نے صرف ادارہ ہی قائم نہیں کیا بلکہ حساس اور فعال دوستوں کا بہترین حلقہ قائم کر لیا اس ادارے نے بڑے وقیع کارنامے انجام دئے۔

...... عربی، اردو اور انگریزی میں گرانقدر لٹریچر

...... ''معارف رضا'' کی مسلسل اشاعت

...... ٹی۔وی پر امام احمد رضا بریلوی کے علمی و دینی مقام اور خدمات پر معلوماتی فلم دکھائی گئی اور فتاویٰ رضویہ پر مذاکرہ نشر کیا گیا۔

...... مشہور دانشوروں، اسکالروں اور ججوں سے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت اور ان کی دینی و علمی خدمات پر قابل قدر مقالے لکھوائے (صاحب فیض رضا ص ۴۸)

علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد :

(شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کے زمانے میں مرحوم بے مثال اور نادر شخصیت تھے تمام وہ اخلاق واطوار جو کسی اللہ کے محبوب بندے میں ہونے چاہیے تھے ان میں موجود تھے۔ (صاحب فیض رضا ص ۵۳)

علامہ محمد عبدالمبین نعمانی (المجمع الاسلامی مبارک پور انڈیا)

اس بات سے انکا نہیں کیا جا سکتا کہ مرحوم سید صاحب نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا قائم کر کے بہت بڑا کام کیا ہے۔ مجلس رضا لاہور کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عالمی پیمانے پر تعارف میں جو کام ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے انجام دیا ہے اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ اس ادارے کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی شروع ہی سے رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان لوگوں کو امام احمد رضا کی طرف متوجہ کیا جو دوسروں کے غلط پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر دور ہو چکے تھے یا بد ظن تھے۔ اس کا کچھ کام مجلس رضا لاہور نے بھی کیا مگر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے اس پر خاص توجہ دی اور الحمد للہ اس میں کامیابی کافی حد تک ہوئی'' (صاحب فیض رضا ص ۵۴)

جسٹس (ر) نعیم الدین : (چیف الیکشن کمشنر آف پاکستان)

مرحوم نے حضرت مولانا امام احمد رضا کی تعلیمات سے عوام الناس کو روشناس کرانے کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کی دینی خدمات نا قابل فراموش ہیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی ان کا سب بڑا کارنامہ ادارہ کا قیام ہے جو کہ دنیا بھر میں علم وادب کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے۔

(صاحب فیض رضا ص ۶۰)

مولانا کوثر نیازی :

(سابق وفاقی وزیر وچیرمین اسلام نظریاتی کونسل آف پاکستان)

سید ریاست علی قادری اپنی ذات میں خود ایک انجمن تھے ان کے انتقال سے اسلام آباد کی علمی سرگرمیاں سرد پڑ گئیں۔ انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فروغ کے لئے اسلام آباد میں نہایت قلیل مدت میں بہت زیادہ جدوجہد کی جس سے لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن ہوئی جارہی تھی۔ (روزنامہ نوائے وقت کراچی ۷ جنوری ۱۹۹۲)

منظور حسین جیلانی : (فنانس سیکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا)

یوں تو اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام دنیا کے گوشے گوشے میں مختلف ادارے ایک عرصے سے انجام دے رہے ہیں لیکن سید صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ انہوں نے

تحقیقی کام کو ایک نئی جہت عطا کی اور ان علماء و دانشوروں اور محققین کی ایک بڑی تعداد کو بھی جن کا تعلق مختلف مکاتب فکر سے تھا اس جانب رجوع کروایا اور ان حضرات کے تحریر کردہ مقالات اور کانفرنسوں میں کی گئی تقاریر نے لوگوں کے ذہن بدل کر رکھ دیئے آج سید صاحب ہم میں نہیں لیکن ان کا لگایا ہوا پودا ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' آج ایک تناور درخت بن چکا ہے جو ہمیشہ سایہ دیتا رہے گا اور ان کی یاد دلاتا رہے گا۔

علامہ شاہ احمد نورانی :

''مرحوم کے انتقال سے اہل سنت میں ایک بہت بڑا خلا واقع ہوا ہے جس کا پورا ہونا مشکل ہے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی ۴ جنوری ۱۹۹۲ء)

سید صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ۱۵ سال امام احمد رضا کے مسلک اور تعلیمات کے فروغ میں فنافی الرضا کی حیثیت سے گزارے کیونکہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر وقت ایک ہی دھن سوار رہتی تھی کہ تعلیمات رضا کو فروغ مل جائے الحمد للہ ان کی یہ کاوش سو فیصد کامیاب رہیں آج دنیا میں جہاں بھی کوئی اسکالر امام احمد رضا پر کام کر رہا ہے وہ اسی ادارہ کے توسط سے کام کی طرف راغب ہوا ہے اور یہ سب کام سید صاحب کے لئے ایک عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ سید صاحب امام احمد رضا کی محبت میں اتنے سرشار اور فنا تھے کہ انتقال کے بعد وہ لوگوں کو خواب میں آکر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرواتے ایسا ہی ایک واقعہ کی نشاندہی چکوال کے ایک مشہور اہل قلم جناب عابد حسین شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں کی ملاحظہ کیجئے آپ کے مکتوب کا اقتباس

''سید صاحب کے انتقال کے بعد ایک دفعہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا تو حضرت سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ آیئے آپ کو اعلیٰ حضرت کی زیارت کرائیں، میں سید صاحب کے ساتھ چل دیا اور ہم ایک حجرہ میں داخل ہوئے، دیکھا کہ سرکار اعلیٰ حضرت نہایت ہی اطمینان و سکون کے ساتھ نماز ادا فرما رہے ہیں میں نے سوچا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت انتقال فرما چکے ہیں لیکن یہ تو ہمارے سامنے موجود ہیں اور مشغول بہ نماز ہیں اور پھر میری آنکھ کھل گئی'' (صاحب فیض رضا ص ۴۰)

سید صاحب کو ان کے وصال کے بعد متعدد القابات سے نواز گیا چند القابات اور ملاحظہ کریں۔

حضرت شمس الحسن شمس بریلوی... امین معارف رضا

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد...... ''پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت''

مولانا محمد صادق قصوری...... '' فنافی الرضا ''

عبدالمجتبیٰ رضوی......... '' محسن اہل سنت ''

''صاحب فیض رضا ۱۹۹۲ء''.... صاحبزادہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی

سید صاحب کے سفر خلد کو پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری کے قطعہ پر ختم کرتا ہوں۔

محبّ گرامی نشان جلی
خردمند سید ریاست علی
زبزم احبا زیاران خویش
روانہ سوئے خلد شد آن ولی

(۱۴۱۲ھ)

# حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسلسل رفاقت

صاحبزادہ محمد فداالرسول اویسی
(متعلم دارالعلوم اویسیہ رضویہ، بہاولپور)

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول اسلام کے بعد سے سرور عالم ﷺ، کے وصال شریف تک ہمیشہ سفر وحضر میں آپ کے رفیق رہے۔ بجز اس کے آپ کے حکم اور جازت سے حج کیلئے یا کسی جہاد میں آپ کی صحبت میں نہ رہ سکے۔

ورنہ وہ ہر حال میں ہر وقت آپ کیساتھ رہتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ جل وعلیٰ اور رسول کریم ﷺ، کی خوشنودی ورضا کیلئے اہل وعیال کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کیساتھ ہجرت فرمائی۔ غارثور میں آپ کے ساتھ رہے۔

اکثر غزوات میں رسول خدا ﷺ کی اعانت کی، خصوصاً جنگ حنین میں جب کہ لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے آپ رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود رہے۔

ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یوم بدر (غزوہ بدر) میں فرشتوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سائبان کے نیچے موجود ہیں۔ ابویعلی رضی اللہ عنہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی مدد سیدنا جبرائیل علیہ السلام کررہے ہیں اور دوسرے کی میکائیل علیہ السلام، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر مشرکین کے ساتھ تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے والد، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جنگ بدر میں کئی بار میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ سے قطع نظر کی اور آپ کو قتل نہ کیا یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں تم سے صرف نظر نہ کرتا اور تم کو قتل کردیتا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ نمبر ۱۵۲)

## اسلام کیا ہے؟

اسلام سے متعلق بنیادی باتیں اور عقائد جاننے کیلئے سب بچوں کو چاہیے کہ ''اقبال احمد اختر القادری'' کی لکھی ہوئی کتاب ''اسلام'' اپنے ابو یا بھائی سے منگوا کر ضرور پڑھیں اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھوائیں۔

## آپ بھی لکھئے نا......!

اس صفحہ پر بچوں کی لکھی ہوئی مذہبی اور معلوماتی تحریریں شائع کی جاتی ہیں ہمت کرکے آپ بھی لکھیں اور ہمیں روانہ کردیں ہم ضرور شائع کریں گے، اب سوچنا کیا، آپ بھی لکھئے نا......!

# کتبِ نو
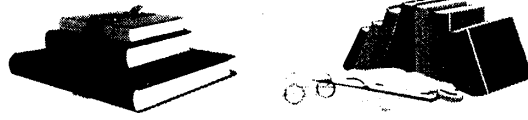
نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں

(سید محمد خالد قادری)

## "قاسم ولایت"

تالیف...... صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی

صفحات...... 290 (آفسٹ پیپر، رنگین سرورق)

ھدیہ...... =/100روپیہ

ناشر...... شعبہ نشر واشاعت درگاہ عالیہ مشوری شریف

ملنے کا پتہ...... مسجد غوث الاعظم، مولانا بلبل سندھ روڈ، لاڑکانہ

## "تحفہ درود پاک"

مرتب...... محمد سہیل رضا قادری

صفحات...... 64 ھدیہ...... =/8 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... غازی علم الدین شہید اکیڈمی، چاہ میراں لاہور

## "مسلمان عورت"

تحریر...... سید زین العابدین راشدی

صفحات...... 96 ھدیہ...... =/15روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... رضا اکیڈمی، مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور

## "پردہ اُٹھتا ہے"

تحریر...... اقبال احمد اختر القادری

صفحات...... 24 ھدیہ...... =/6 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر...... اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5-B-2، نارتھ کراچی

## "ظهور الکمال فی وجو الابدال"

المولف...... ابو الصالح المفتی محمد فیض احمد اویسی

الورق...... ٤٨ ھدیہ...... لامعارف

الناشر...... حزب القادریہ، ۲۲۲، جی بلاک گلشن راوی لاہور

## "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری"

(ایک تحقیقی مطالعہ / مقالہ Phd)

مصنف...... ڈاکٹر سراج احمد بستوی

تقدیم...... پروفیسر ابو الحسنات حقی

صفحات...... 384(آفسٹ پیپر پکی جلد)

ھدیہ...... درج نہیں ناشر...... کانپور یونیورسٹی انڈیا،

ملنے کا پتہ...... رضوی کتاب گھر، 423، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی، انڈیا

## "مسجد میں اذان خلافِ سنت ہے"

(اذان من اللہ لقیام سنت نبی اللہ)

از افازات...... امام احمد رضا قادری

مرتبہ...... مولانا محبوب علی خاں لکھنوی

صفحات...... 40 (رنگین سرورق)

ھدیہ...... =/12روپیہ ناشر...... دار الرضا لاہور

ملنے کا پتہ...... مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

## "حقیقتِ بیعت"

تصنیف...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری

صفحات...... 32 (رنگین سرورق)

ھدیہ...... =/12روپیہ ملنے کا پتہ...... مسلم کتابوی لاہور

## "حیاة ألانبیاء مع الشرح هدیة ألاصفیا"

المؤلف...... الامام الحافظ الحجة ابو بكر بن احمد الحسين، البيهقي الشافعي

الشارح...... ابو الصالح المفتی محمد فیض احمد اویسی

الورق...... 32 ھدیہ...... لامعارف

الناشر...... حزب القادریہ، ۲۲۲، جی بلاک گلشن راوی لاہور

# دور ونزدیک سے
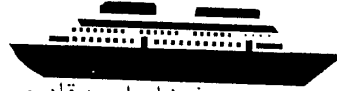
مرتبہ: شیخ ذیشان احمد قادری

**مفتی اعظم دہلی علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد** (شاہی امام مسجد جامع فتح پوری، دہلی) "معارف رضا" پابندی سے مل رہا ہے اور ہر شمارہ بہتر سے بہتر پیشکش پر مشتمل ہوتا ہے،اس سے خوشی ہوتی ہے اس میں شک نہیں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، عالم اسلام کا واحد موقر ادارہ ہے جو بہت معیار کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور ان کے افکار کو منظر عام پر لا رہا ہے۔ پہلے سید ریاست علی قادری صاحب ایک لائق و فائق صدر تھے اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اب سید وجاہت رسول صاحب بہت قابل اور مناسب صدر ہیں، مجلس ادارت اور مجلس مشاورت بھی خوب ہے۔ آپ کی سرپرستی کی جلوہ فرمائیاں، سبحان اللہ! الفاظ قاصر ہیں۔ ادارے کے حضرات کو بالخصوص ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اور صاحبزادہ صاحب کو، جناب عبدالباری صاحب اور سب مخصلین مریدین حاضر باش صاحبان کو سلام کہہ دیں۔ **"مفتی محمد جان نعیمی"** (دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی) آپ کا ارسال کردہ "معارف رضا" موصول ہوا، کرم کہ آپ نے یاد فرمایا اور امید ہے یہ تعاون جاری رہے گا شمارہ یقیناً تحقیقی اور معیاری ہے، اللہ تعالیٰ ادارہ کی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید برکتیں، رحمتیں نازل فرمائے۔ **"مولانا نور محمد خالد مصباحی"** (پرنسپل دارالعلوم صدیقیہ انوار العلوم، مٹیریا، نیپال) آپ کا اور ہم سب کا محبوب ترجمان "معارف رضا" موصول ہوا، تمام مضامین پسند آئے خاص کر پروفیسر مجید اللہ قادری کا مضمون "امام احمد رضا اور علم حجریات" بے حد پسند آیا، ملک نیپال میں ہم لوگ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں کوشاں ہیں، ہم سہ ماہی مجلّہ "اسلامی آواز" شائع کرنے جا رہے ہیں "معارف رضا" میں اس کا تعارف شائع کر کے کرم فرمائیں، زر سالانہ =/60 روپیہ انڈین ہے۔ **ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی** (کبیر نگر، انڈیا) کرم نامہ "معارف رضا" کے ساتھ ہی موصول ہوا، "معارف رضا" کو ماہانہ کی صورت میں دیکھنے کو کب سے نگاہیں ترس رہی تھیں جب مجھے "معارف رضا" ماہانہ کی صورت میں پہلی بار ملا اس وقت میں کتنا خوش ہوا کچھ بیان نہیں کر سکتا، اسی خوشی میں ڈوب کر اللہ و رسول کی بارگاہ میں شکر بجا لایا۔ میرے مقالہ "امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری" لاہور میں اقبال فاروقی صاحب نے منگوائی ہیں جو کہ مکتبہ نبویہ سے دستیاب ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی اپنی نئی تخلیق کے ساتھ "معارف رضا" کی بزم میں شامل ہوں گا۔ **ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی** (مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف) "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کا "معارف رضا" معرفت حضرت صاحب سجادہ مولانا الحاج سبحان رضا خاں سبحانی میاں قبلہ دستیاب ہوا، یاد آوری کا بہت بہت شکریہ "معارف رضا" کے تمام مضامین فکر انگیز معلومات خیز ہیں تمام قلم کاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو عمر خضر عطا فرمائے اور ادارہ کو مزید ترقی سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

# ”ماہنامہ معارف رضا کراچی“ حاصل کرنے کا طریقہ

**پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ =/10 روپیہ۔ سالانہ =/120 روپیہ ہے۔** رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں، منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں، اگر پہلے سے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ رقم لفافہ میں رکھ کر ہرگز نہ بھیجیں، چیک یا پوسٹل آرڈر بھی ارسال نہ کریں، اگر کوئی مجبوری ہو تو ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں جو ماہنامہ ”معارف رضا، کراچی“ کے نام کا ہو۔ اگر سالانہ فیس سے زائد رقم بھجوائیں تو اس کی تشریح ضرور لکھیں کہ کتنی رقم کس مقصد کے لئے ارسال ہے۔ سالانہ فیس کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو اطلاع دی جاتی ہے، اس اطلاع کے بعد جب تک رکنیت فیس موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی۔ رسالہ V-P نہیں کیا جاتا۔ کسی ماہ پرچہ ۱۰/ تاریخ تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ طلب کریں ادارہ ہر ماہ یکم شمسی تاریخ کو تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے، نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

**بیرونی ممالک**: بیرون ملک پرچہ کی ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے اس لئے پرچوں کا ہدیہ =/10 ڈالر سالانہ ہے۔ پاکستان میں فارن کرنسی بینک اکاؤنٹس بند کر دیئے گئے ہیں لہذا رقم پاکستانی کرنسی میں تبدیل کرا کر (مبلغ =/600 روپیہ) دستی یا بصورت ڈرافٹ بنام ”ماہنامہ معارف رضا، کراچی“ اکاؤنٹ نمبر 5054-07 حبیب بینک پریڈی اسٹریٹ برانچ کراچی بنوا کر براہ راست ہمیں ہی ارسال کریں۔

(لائف ممبرشپ =/4000 روپیہ ، بیرون ممالک =/300 ڈالر یا اس کے مساوی)

**ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان**

۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، فون:- 021-7725150